

المجموع شرح المہذب میں امام النووی کا منہج

محمد ضیاء الحق*

تاریخ اسلام کی ابتدائی صدیوں میں مدون ہونے والے فقہی مجموعے نہ صرف قانون سازی کے ضمن میں مسلمانوں کی بہترین کوششوں کی عکاسی کرتے ہیں، بلکہ اظہار رائے کی آزادی اور اختلاف فکر کی اسلامی روایت کی قابل تقلید مثال بھی ہیں۔ فقہی آرا کے اظہار میں مکمل آزادی کے بغیر فقہ اسلامی کی عظیم الشان تدوین مکمل نہ ہوتی۔ مسلمان فقہاء اگرچہ مختلف فقہی مکاتب فکر سے منسلک تھے، لیکن اپنی فقہی آرا کے اظہار میں نہ صرف فکری آزادی کو استعمال کرتے ہوئے اجتہاد کرتے تھے، بلکہ ان کی یہ بھی کوشش ہوئی تھی کہ اختلاف رائے اختلاف امت میں تبدیل نہ ہو۔ حجاز میں مدون ہونے والی فقہ مالکی کا دار مدار حدیث پر تھا، جب کہ عراق میں پروان چڑھنے والی فقہ حنفی میں رائے کو اہمیت حاصل تھی۔ ان دونوں کے درمیان میں راہ وسط کو اختیار کرنے کی خاطر فقہ شافعی وجود میں آئی۔ امام الشافعی (ت ۲۰۱ھ) نے مالکی فقہ اور حنفی فقہ کے اصولوں میں بُعد کو دور کرنے کے لیے الرسالة^(۱) تحریر کی۔ الرسالة بلاشبہ اصول فقہ میں پہلی تصنیف ہے؛ امام الشافعی ہی نے الام^(۲) تصنیف کی۔ امام الشافعی کی ان تصانیف کے ساتھ ہی فقہ شافعی میں تصنیف و تالیف کی کئی صدیوں تک جاری رہنے والی عظیم الشان روایت کا آغاز ہوا۔ چنانچہ امام المذنی^(۳) نے المختصر في فروع الشافعية^(۴) تحریر کی۔ ابن الحامل^(۵) نے

* پروفیسر شریعہ و اسلامک لاء ڈائریکٹر جنرل، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔
(muhammad.ziaulhaq@iiu.edu.pk)

- ۱- دیکھیے: ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن عثمان الشافعی، الرسالة، تحقیق احمد شاکر (مصر: مکتبۃ الحلبي، ۱۹۳۰ء)، ۱۲۔
- ۲- الام امام شافعی کی تصانیف کی معراج ہے۔ امام شافعی نے یہ کتاب اپنے شاگردوں کو مصر میں اپنے عمر کے آخری سالوں میں املا کروائی تھی۔ اس کتاب کو امام شافعی سے ربیع نے روایت کیا ہے۔
- ۳- اسماعیل یحییٰ بن اسماعیل، ابراہیم المذنی، امام شافعی کے قریبی ساتھی اور فقہ شافعی کے عظیم ائمہ میں سے ہیں۔ ان کا تعلق مصر سے تھا۔ ۷۵ھ / ۷۹۱ء میں ولادت ہوئی اور ۲۶۳ھ / ۸۷۸ء میں ان کی وفات ہوئی۔
- ۴- دیکھیے: اسماعیل بن یحییٰ بن اسماعیل ابو ابراہیم المذنی (ت ۲۶۳ھ)، مختصر المذنی في فروع الشافعية، حواشی محمد عبد القادر شاہین (لبنان: الکتب العلمیة، ۱۳۱۹ھ / ۱۹۹۸ء)۔
- ۵- احمد بن محمد احمد القاسم الضیعی ابو الحسن الحاملی فقہ شافعی کے ائمہ میں سے ہیں۔ ان کی مشہور تصانیف میں تحریر الأدلة اور المنع في فقه الشافعية شامل ہیں۔ ابن الحامل بغداد میں ۳۶۸ھ / ۹۷۸ء میں پیدا ہوئے اور ۹۷۸ھ / ۱۰۲۳ء میں وہیں پران کی وفات ہوئی۔

کتاب اللباب في الفقه الشافعي تحریر کی۔ امام الماوردی^(۶) نے فقہ شافعی کی اس تصنیفی روایت میں الامتاع في الفقه الشافعي اور الحادي الكبير في فقه مذهب الإمام الشافعي^(۷) تصنیف کر کے حصہ ڈالا۔ فقہ شافعی کے اس علمی ذخیرے میں نمایاں اور بہترین اضافہ امام الشیرازی (ت ۴۷۶ھ) نے التنبیہ^(۸) اور المہذب في فقه الإمام الشافعي لکھ کر کیا۔

المہذب کی حیثیت فقہ شافعی کے مصادر میں بہت نمایاں ہے، لیکن اس سے استفادے کے لیے ضروری تھا کہ اس پر مزید تحقیق کر کے اس کی ایسی شرح لکھی جاتی جس سے فقہ شافعی کے احکام کو سمجھنے میں مدد ملتی۔ اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے المہذب في فقه الإمام الشافعي کی امام النووی نے المجموع کے نام سے مبسوط اور جامع شرح تحریر کرنے کا کام شروع کیا۔ امام النووی کے اس علمی کام کو امام السبکی^(۹) اور محمد نجیب المطیعی نے امام النووی کے منہج کے مطابق مکمل کیا۔ المجموع^(۱۰) فقہ اسلامی کے دوائر المعارف میں سے ہے۔ المجموع

۶- ابو الحسن علی بن محمد بن جیب البغدادی، البصری الماوردی کے نام سے مشہور ہیں۔ فکر اسلامی اور فقہ شافعی کے ائمہ میں سے ہیں۔ ۳۶۳ھ / ۹۷۳ء میں ان کی ولادت ہوئی اور ۴۵۰ھ / ۱۰۵۸ء میں وفات ہوئی۔

۷- الحاوي الكبير امام المزني کی المختصر کی شرح ہے۔ امام الماوردی کی اس تصنیف پر جو مخطوط کی صورت میں محفوظ تھی، الشیخ علی محمد معوض اور الشیخ عادل احمد عبدالموجود نے تحقیق کی۔ اسے دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان سے ۱۴۱۹ھ / ۱۹۹۱ء میں شائع کیا گیا۔

۸- ابواسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف الشیرازی، التنبیہ في الفقه الشافعي (عالم الکتب)۔

۹- ابونصر تاج الدین عبد الوہاب بن علی بن عبد الکانی السبکی (۴۷۶ھ - ۵۷۱ھ) شافعی فقیہ، مؤرخ اور دمشق کے قاضی القضاة ہیں۔ قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں طبقات الشافعية الكبرى والوسطی والصغری، جمع الجوامع في أصول الفقه وغیرہ معروف ہیں۔

۱۰- المجموع کی حیثیت فقہی مصادر میں امام شافعی (محمد بن ادریس الشافعی ت ۲۰۴ھ) کی الأم، امام السرخسی (محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الانمہ ت ۴۸۳ھ) کی المبسوط، ابن حزم (علی بن احمد سعید بن حزم الاندلسی ت ۴۵۶ھ) کی المحلی بالاثار اور ابن قدامہ (ابو محمد موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد ت ۶۲۰ھ) کی المغنی کی سی ہے۔ فقہ اسلامی کے عظیم الشان ادب کے یہ شاہ پارے ہیں اور فقہ اسلامی کے مختلف مذاہب کے نمائندہ اور معتبر مصادر ہیں۔ ان شاء اللہ المجموع کی طرح الأم، المحلی، المغنی اور المبسوط کے نتائج پر مشتمل مقالات کو بھی فکر و نظر میں شامل اشاعت کیا جائے گا تاکہ محققین اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

اور اس کے مقدمے کی اہمیت کے پیش نظر کئی محققین نے اس فقہی ذخیرے پر تحقیق کو اپنی کاوشوں کا مرکز و محور بنایا ہے۔

احمد عبدالعزیز الحداد نے ڈاکٹر عبدالعزیز الحمیدی کی زیر نگرانی ام القرى یونیورسٹی مکہ مکرمہ میں ۱۴۰۹ھ میں *الإمام النووي و أثره في الحديث و علومه* کے عنوان سے ماجسٹیر کا مقالہ لکھا۔ اس مقالے کے ایک جز میں ایسی چوبیس احادیث کا ذکر ہے جن پر امام النووی نے المجموع میں صحیح، حسن اور ضعیف ہونے کا حکم لگایا۔ مقالہ نگار حدیث کا ذکر کر کے اس پر امام النووی کے لگائے ہوئے حکم کا ذکر کرتے ہیں پھر اس کی تخریج کرتے ہیں پھر اس کی سند کا مطالعہ کر کے امام النووی کے لگائے ہوئے حکم کا تحقیقی جائزہ لیتے ہیں۔

عطوة محمد القریناوی نے پروفیسر طالب حماد ابو شعر اور پروفیسر سالم احمد سلامہ کی زیر نگرانی منہج الإمام النووی في تضعيف الأسانيد من خلال كتابه المجموع کے عنوان سے پی ایچ ڈی کا مقالہ ۱۴۳۶ھ میں جامعہ غزہ سے تحریر کیا۔ اس مقالے میں مقالہ نگار نے ایسی ۳۰۰ احادیث کا مطالعہ کیا، جنہیں امام النووی نے ضعیف احادیث قرار دیا تھا۔

عادل ابراہیم محمد احمد نے منہج الإمام النووی في تحسين الأسانيد من خلال كتابه المجموع شرح المہذب کے عنوان کے تحت علوم حدیث میں پی ایچ ڈی کے لیے جامعہ غزہ میں ۲۰۱۵ء میں اپنا مقالہ پروفیسر اسماعیل سعید رضوان کی زیر نگرانی مکمل کیا۔ فالح مازن ہدایت نے منہج الإمام النووی في أعمال القواعد الأصولية في كتابه المجموع شرح المہذب کے نام سے جامعہ الیرموک الاربد، الاردن میں ۱۹۹۸ء میں فقہ و اصول فقہ میں ماجسٹیر کے لیے مقالہ ڈاکٹر عبدالرؤف خرابشہ کی زیر نگرانی مکمل کیا، علمی ڈگریوں کے حصول کے لیے تحریر کیے گئے تحقیقی مقالات کے علاوہ المجموع کے حوالے سے کئی کتابیں بھی تحریر کی گئی ہیں۔ محمد تامر نے مقدمة الإمام النووی لكتاب المجموع شرح المہذب پر الگ تحقیق کر کے ۱۹۹۹ء میں قاہرہ سے شائع کیا۔ امام النووی نے المجموع کے مقدمے میں فتوے کے آداب اور مفتی اور مستفتی کے

ضمن میں فقہی احکام کو بھی شامل کیا۔ اس ضمن میں Norman Calder نے ایک تحقیقی مقالہ بہ عنوان *Al-Nawawi's Typology of Muftis and its Significance for a General Theory of Islamic Law*

تحریر کیا ہے۔ یہ مقالہ تحقیقی مجلے *Islamic Law & Society* کے Vol 3, No.2 میں ۱۹۹۶ء میں شائع ہوا۔ امام النووی نے مقاصد شریعہ کو اپنی کتاب المقاصد: ما یجب معرفته من الدین میں بیان کیا ہے۔ امام النووی کے مقاصد شریعہ کو *Al-Maqāṣid: Nawawī's Manual of Islam* کے نام سے ترجمہ اور تحقیق کر کے انگریزی میں Nuh Ha Mim Keller نے Amana Publication کے زیر اہتمام شائع کیا ہے۔ اس کتاب میں فقہ شافعی کی انگریزی میں مشہور کتاب: *Reliance of the Traveller: A classical Manual of Islamic Sacred Law* سے شرح کو شامل کیا گیا ہے۔ *the Traveller* احمد ابن نعیم المصری^(۱۱) کی کتاب *عمدة السالک و عدة الناسک*^(۱۲) کا انگریزی ترجمہ ہے۔ ابو عبد اللہ محمد بن شرمان الرملی نے المجموع میں امام النووی نے جن احادیث کے درجات مرتب کیے ہیں ان پر تحقیق بہ عنوان کتاب اللؤلؤ المصنوع فی الاحادیث التي حکم علیها الإمام النووی فی کتابہ المجموع تحریر کی۔ اس کتاب کو دار رمادی (دمام) نے ۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ء کو شائع کیا۔ اس کتاب میں مؤلف نے صرف ان احادیث کا ذکر کیا ہے جن پر امام النووی نے حکم لگایا لیکن اس کتاب میں ان احادیث کی تخریج شامل نہیں ہے۔ ناصر بن سعود السلامة نے الأحدث و الآثار التي حکم الإمام النووی علیها فی کتبہ تحریر کی۔ یہ کتاب دار اطلس ریاض نے ۱۴۲۰ھ / ۱۹۹۹ء میں شائع کی۔ اس کتاب میں مؤلف نے امام النووی کی سولہ کتابوں بہ شمول المجموع میں موجود احادیث اور آثار کو حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کیا۔ اس کتاب میں بھی مؤلف نے صرف احادیث اور امام النووی کی کتابوں میں جس جگہ یہ احادیث مذکور ہیں ان کا ذکر کیا ہے، لیکن ان احادیث پر حکم نہیں لگایا۔

۱۱- احمد بن لؤلؤ بن عبد اللہ الرومی (ت ۶۹ھ / ۱۳۶۸ء) ابن نعیم کے نام سے معروف ہیں ان کے والد انطاکیہ کے رومی عیسائی

تھے جو مسلمان ہو گئے اور ان کی تعلیم و تربیت مسلمانوں کے ہاں ہوئی اور ان کو نعیم کا منصب دیا گیا۔

۱۲- دیکھیے: ابن نعیم، *عمدة السالک و عدة الناسک* (قطر: الشؤون الدینیة، ۱۹۸۲)۔

ان تحریروں کی موجودگی میں مقالہ ہذا کے لیے المجموع میں امام النووی کے منہج کو موضوع بحث بنایا گیا ہے، تاکہ قرون وسطیٰ کے سنہری دور میں فقہائے اسلام کے نمائندہ منہج کا اس طرح تطبیقی مطالعہ کیا جاسکے کہ عصر حاضر میں تحقیق کرنے والے کلاسیکی اسلامی مناہج کی تطبیقات کو جان سکیں۔ مقالہ ہذا کو تین اجزا میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مقالے کے پہلے حصے میں امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ اور المہذب کا تعارف کروایا گیا ہے نیز المہذب کی فقہی مصادر میں حیثیت کو واضح کیا گیا ہے۔ مقالہ کے دوسرے حصے میں امام النووی کے حالات زندگی اور علمی کارنامے بیان کیے گئے ہیں جب کہ اس مقالہ کے آخری جز میں المجموع کی تدوین میں امام النووی کے منہج کا تطبیقی مثالوں کے ساتھ مطالعہ کیا گیا ہے۔

۱- امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی تصنیف المہذب

فقہ شافعی کے جلیل القدر امام ابراہیم بن علی بن یوسف بن عبداللہ الشیرازی فیروز آبادی ایک عظیم الشان فقیہ کے طور پر معروف ہیں۔ ان کی کنیت ابو اسحاق تھی۔ فقہ شافعی کے عالم باعمل فیروز آباد (فارس) میں ۳۹۳ھ میں پیدا ہوئے۔ امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم فیروز آباد میں ہی حاصل کی اس کے بعد شیراز آگئے۔ وہاں انھوں نے علوم دینی میں تفتقہ حاصل کیا نیز اپنے آپ کو شیراز سے منسوب کیا۔ اس لیے آپ الشیرازی کے لقب سے مشہور ہیں۔^(۱۳) امام الشیرازی نے فارس میں تعلیم و تربیت علی ابی الفرج بن البیضاوی^(۱۴) سے حاصل کی، جب کہ بصرہ میں انھوں نے امام الجوزی^(۱۵) سے علوم دینیہ میں مہارت حاصل کی۔^(۱۶) امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ ۴۱۵ھ

۱۳- ابو زکریا محی الدین یحییٰ بن شرف النووی، تہذیب الأسماء و اللغات (بیروت: دارالکتب العلمیہ)، ۲: ۱۷۲؛ تاج

الدین عبدالوہاب بن قتی الدین السبکی (ت ۷۷۷ھ)، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، ۲: ۱۷۲، محقق محمود محمود الطنجی،

عبدالفتاح محمد الحلو (دار ہجر للطباعة و النشر و التوزیع، ۱۴۱۳ھ)، ۴: ۲۰۵۔

۱۴- ابو عبداللہ، محمد بن محمد بن محمد ابن عبداللہ بن احمد بن محمد البیضاوی، ایک فاضل شافعی فقیہ تھے۔ عبدالملک بن ابراہیم الہمدانی کہتے ہیں کہ میں نے ان جیسا ذہن انسان نہیں دیکھا۔

۱۵- نفس مصدر۔

۱۶- ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی، المجموع شرح المہذب للشیرازی، ت، محمد نجیب الطیبی (بیروت: دار احیاء

التراث العربی، ۲۰۰۱ء)، ۱: ۴۳۔

میں بغداد آگئے اور ابو طیب طاہر بن عبد اللہ الطبری^(۱۷) کے ہاں زانوے تلمذ طے کیا۔ انھوں نے ابو بکر البرقانی^(۱۸) اور ابو علی بن شاذان^(۱۹) سے علم حدیث حاصل کیا، جب کہ ابو الفرج محمد بن عبید اللہ الحر جوشی سے فقہ شافعی کی کتب کے دروس لیے۔ امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا جاتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں بغداد میں سویا ہوا تھا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم راہ تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ تک آپ کی کئی احادیث راویوں کے ذریعے پہنچی ہیں، لیکن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست روایت کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں تاکہ دنیا میں یہ شرف حاصل کر لوں اور آخرت میں بھی یہ میرے کام آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یا شیخ" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام 'الشیخ' رکھا اور اس لقب سے مخاطب کیا۔ امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ اس خواب سے بہت خوش تھے۔ اسی بنا پر امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ کو فقہ الشافعی میں الشیخ کے لقب سے مخاطب کیا جاتا ہے۔^(۲۰)

امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے زہد و تقویٰ کے حوالے سے امام النووی نے نقل کیا ہے:

كان زهدًا، ورعًا، متواضعًا، ظريفًا، كريهًا، سخيًا، جوادًا، طلق الوجه، دائم البشر، حسن المحاوره، مليح المجاوره، وكان يحكي الحكايات الحسنه، والأشعار المليحة وكان يحفظ منها كثيرًا كان يضرب به المثل في الفصاحة.^(۲۱)

۱۷- قاضی طاہر بن عبد اللہ الطبری ابو طیب کے لقب سے مشہور ہیں۔ ان کا تعلق طبرستان سے تھا لیکن بغداد میں آکر آباد ہو گئے۔ الکرخ میں قضا کے منصب پر فائز رہے۔ ۳۲۸ھ / ۹۶۰ء میں پیدا ہوئے اور ۴۵۰ھ / ۱۰۵۸ء میں ان کی وفات ہو گئی۔

۱۸- ابو بکر احمد بن محمد بن احمد بن غالب المعروف بالبرقانی (۳۳۶ھ-۴۲۵ھ) حدیث کے عالم تھے۔ آپ خوارزم کے تھے لیکن پھر بغداد چلے گئے اور وہیں وفات پائی۔

۱۹- الحسن بن احمد بن ابراہیم بن الحسن ابن شاذان (۳۳۹ھ-۴۴۵ھ) بغدادی محدث ہیں۔ آپ کی تصانیف میں حدیث شعبۂ بن الحجاج، الشیخۃ الصغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔

۲۰- النووی، تہذیب الأسماء، ۲: ۱۷۳؛ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز الذہبی (۷۴۸ھ)، سیر أعلام النبلاء، المحقق مجموعة من المحققين بإشراف الشيخ شعيب الأرنؤوط (بيروت: مؤسسة الرسالة، ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء)، ۱۸: ۴۵۲، ابو الفداء اسماعیل بن عمر ابن کثیر (ت ۷۷۴ھ)، طبقات الشافعيين، تحقیق احمد عمر ہاشم، محمد زینحکم محمد عذب (مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ، ۱۴۱۳ھ / ۱۹۴۳ء)، ۱: ۳۶۲۔

۲۱- النووی، تہذیب الأسماء، ۲: ۱۷۳۔

آپ زاہد، صاحب ورع، متواضع، بذلہ سخ، کریم النفس، سخی، کشادہ دست، خندہ جبیں، ہنس مکھ، خوش گو اور شگفتہ ہم نشین تھے۔ عمدہ قصے اور دل چسپ اشعار بیان کرتے تھے۔ جن میں سے بہت سی چیزیں انھیں از بر تھیں۔ فصاحت میں آپ کی مثال پیش کی جاتی تھی۔

امام النووی کے بہ قول امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ دینی علوم و فنون کے ماہر تھے۔ انھوں نے بہت سی مفید تصانیف تحریر کیں۔ آپ ایک ایسے عابد اور زاہد تھے جو دنیا سے کوئی غرض نہیں رکھتے تھے۔ ان کی نظر صرف آخرت پر تھی۔ انھوں نے اپنے آپ کو دین اسلام کی نصرت و تائید کے لیے وقف کیا ہوا تھا۔^(۲۲)

امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ طلبہ کے لیے مرجع خاص تھے۔ تمام علاقوں سے طلبہ ان سے کسب فیض اور فتویٰ لینے کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ وہ مناظرے کے ماہر تھے۔ وزیر نظام الملک^(۲۳) نے ان کے لیے دریائے دجلہ کے کنارے المدرسۃ النظامیہ قائم کیا اور وہ اس مدرسے میں اپنی وفات ۴۷۲ھ تک درس دیتے رہے۔ امام الشیرازی کا انتقال بغداد میں ہوا۔ ان کی نماز جنازہ امیر المؤمنین المقتدی بامر اللہ^(۲۴) نے پڑھائی اور انھیں ابرز کے مقبرے میں دفن کیا گیا۔

امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمدان، نینسا پور اور بغداد وغیرہ میں درس حدیث دیا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں حافظ ابو بکر الخطیب،^(۲۵) ابو الولید الباجی،^(۲۶) امام ابو عبد الحمیدی،^(۲۷) ابو القاسم السمرقندی،^(۲۸) اور

۲۲۔ النووی، المجموع، ۱: ۴۳؛ النووی، تہذیب، ۲: ۱۷۳۔

۲۳۔ الحسین بن علی بن اسحاق الطوسی قوام الدین نظام الملک کے لقب سے مشہور ہیں۔ وہ الب ارسلان اور ملک شاہ کے تقریباً ۳۰ سال وزیر رہے۔ اہل علم سے ان کا گہرا تعلق تھا۔ ۴۰۸ھ / ۱۰۱۸ء میں ان کی پیدائش ہوئی اور ۴۸۵ھ / ۱۰۹۳ء میں ان کی وفات ہوئی۔

۲۴۔ ۴۶۸ء میں خلیفہ القائم بامر اللہ کی وفات کے بعد ابو القاسم عبد اللہ بن الذخیرہ القائم بامر اللہ المعروف المقتدی بامر اللہ کی بہ طور خلیفہ بیعت کی گئی۔ وہ ۱۹ سال خلیفہ رہے اور ان کی وفات ۴۸۷ھ میں ہوئی۔ ان کے بیٹے اور ولی العہد المستنصر بامر اللہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

۲۵۔ ابو بکر احمد بن عبد الحمید بن علی بن ثابت المعروف بالخطیب البغدادی، معروف مؤرخ ہیں جن کی تاریخ مشہور ہے۔

۲۶۔ ابو الولید سلیمان بن خلف الباجی (۴۰۳ھ - ۴۷۴ھ) مالکی فقیہ، محدث، قاضی اور اندلسی شاعر ہیں۔

۲۷۔ ابو عبد اللہ محمد بن ابی نصر الحمیدی الاندلسی (۳۲۰ھ - ۳۸۸ھ)، امام حافظ اور ظاہری فقیہ ہیں۔

۲۸۔ ابو القاسم اسماعیل بن احمد السمرقندی (۵۳۶ھ) محدث اور فقیہ ہیں۔ دمشق میں پیدا ہوئے۔

ابو البدر ابراہیم بن محمد الکرخی^(۲۹) اور دیگر کئی علما شامل ہیں۔^(۳۰) الموقف حنفی نے انھیں امیر المؤمنین فی الفقہ قرار دیا ہے۔^(۳۱) قاضی القضاة ابو الحسن المادری کا کہنا ہے کہ میں نے ابی اسحاق کی طرح کا عالم نہیں دیکھا۔ اگر امام شافعی ان کو دیکھتے تو یقیناً ان کی تعریف کرتے۔^(۳۲)

امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی اہم کتابیں تحریر کی ہیں۔ ان کتابوں میں التنبیہ،^(۳۳) التبصرۃ فی اصول الفقہ،^(۳۴) طبقات الفقہاء،^(۳۵) اللمع فی اصول الفقہ^(۳۶) اور المعونۃ فی الجدل^(۳۷) شامل ہیں۔

المہذب امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی معرکہ آرا کتاب ہے۔ اس کتاب میں امام الشیرازی نے فقہ شافعی کے تراث کو جمع کیا۔ انھوں نے فقہ شافعی کی کتابوں اور مصنفات میں موجود مواد کو مبسوط طریقے سے اس کتاب میں پیش کیا۔ بعض مواقع پر انھوں نے متنوع فقہی آرا کو بیان کرنے کے بعد ترجیحی اقوال کی نشان دہی بھی کی ہے۔

-
- ۲۹- ابو القاسم ابراہیم محمد الکرخی، اصطرک کے عالم ہیں۔ کشف الظنون میں آپ کا نام ابو زید محمد بن سہل البلخی لکھا ہے۔
- ۳۰- دیکھیے: النووی، تہذیب، ۲: ۱۷۳، الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۱۸: ۴۵۲، ابو اسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف بن عبداللہ الشیرازی الفیروز آبادی، المہذب فی فقہ الإمام الشافعی، تحقیق: محمد الزحلی (دمشق: دار القلم، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۶ء)۔ المہذب کو دارالکتب العلمیہ نے بھی شائع کیا ہے۔
- ۳۱- النووی، المجموع، ۱: ۲۵۔
- ۳۲- السبکی، طبقات، ۲: ۲۱۷؛ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۱۸: ۴۵۹۔
- ۳۳- دیکھیے: ابو اسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف الشیرازی، التنبیہ فی الفقہ الشافعی، عالم الکتب نے اس کتاب کو ایک جلد میں شائع کیا۔
- ۳۴- دیکھیے: ابراہیم بن علی الشیرازی، التبصرۃ فی اصول الفقہ، تحقیق: محمد حسن بیٹو (دمشق: دار الفکر، ۱۴۰۳ھ)، یہ کتاب بھی ایک جلد پر مشتمل ہے۔
- ۳۵- الشیرازی، طبقات الفقہاء، تہذیب، محمد بن مکر ابن منظور (ت ۷۱۱ھ)، تحقیق، احسان عباس (بیروت: دار الرائد العربی، ۱۹۷۰ء)۔
- ۳۶- الشیرازی، اللمع فی اصول الفقہ (دارالکتب العلمیہ، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۳ء)، یہ کتاب ایک جز پر مشتمل ہے۔
- ۳۷- الشیرازی، المعونۃ فی الجدل، تحقیق، علی عبدالغذیز العمیری (کویت: جمعیۃ إحياء التراث الإسلامی، ۱۴۰۷ھ)۔ یہ کتاب بھی ایک جلد پر مشتمل ہے۔

المہذب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے دور ہی میں اس کی حیثیت فقہ شافعی کے مصدر کے طور پر معروف ہو گئی۔ امام الراغبی ^(۳۸) اور امام النووی کے دور تک یہ کتاب فقہ شافعی کا فتویٰ دینے کا مصدر و مرجع تصور کی جاتی تھی۔ ^(۳۹)

امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کا تعارف کرواتے ہوئے خود لکھتے ہیں:

هذا كتاب مهذب أذكر فيه إن شاء الله أصول الشافعي رحمه الله بأدلتها وما تفرع على أصوله من المسائل المشككة بعللها. إلى الله عز وجل أرغب وإياه أسأل أن يوفيني فيه لمرضاته وأن ينفعني به في الدنيا والآخرة إنه قريب مجيب و على ما يشاء قدير وما توفيقى إلا بالله عليه توكلت و إليه أنيب وهو حسبي ونعم الوكيل. ^(۴۰)

یہ کتاب مہذب ہے جس میں، میں ان شاء اللہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اصول مع دلائل اور ان پر متفرع ہونے والے مسائل کو علتوں کے ساتھ ذکر کروں گا۔ اللہ ہی کی طرف میں متوجہ ہوتا ہوں اور اسی سے اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ مجھے اس کام میں اپنی رضا کے لیے توفیق دے اور اس کے ذریعے دنیا اور آخرت میں مجھے نفع دے۔ یقیناً وہ قریب اور دعا کا جواب دینے والا ہے اور جو چاہتا ہے، اس پر قادر ہے۔ میری توفیق اللہ ہی کے پاس ہے، اسی پر میں بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع، وہ میرے لیے کافی اور بہترین کار ساز ہے۔

امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے المہذب کی تحریر کا آغاز ۴۵۴ھ میں کیا اور ۴۶۹ھ میں

اس کی تکمیل کی۔ ^(۴۱) اس کتاب میں امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے شافعی فقہ کے اصول بیان کیے ہیں، نیز فقہ شافعی کے احکام کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ احکام کس طرح قرآن حکیم، احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اجماع، قیاس اور عقلی دلائل سے مستنبط کیے گئے ہیں۔ امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا اس کتاب میں اسلوب نسبتاً سہل ہے۔ عبارت ادبیانہ ہے اور بعد کے دور میں فقہی کتب میں جو غموض کا رواج ہو گیا، یہ کتاب اس سے کسی حد تک مبرا ہے۔ امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ

۳۸- عبد الکریم بن محمد عبد الکریم ابو القاسم الراغبی القزوی الشافعی (۵۵۷ھ-۶۲۳ھ) کبار شافعی فقہا میں سے تھے۔ قزوین میں تفسیر حدیث کے معلم بھی تھے۔ ان کی تصنیفات میں سے شرح مسند الشافعی اور التدوین فی ذکر أخبار قزوین وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

۳۹- خیر الدین الزرکلی، الأعلام (بیروت: دار العلم للملایین، ۲۰۰۲ء)، ۱: ۴۴۔

۴۰- الشیرازی، المہذب، ۱: ۳۸۔

۴۱- النووی، تہذیب الأسماء واللغات، ۲: ۱۷۴۔

المہذب کی ہر فصل مکمل کرنے بعد دو رکعتیں ادا کرتے تھے۔ امام النووی المہذب کی اہمیت کے بارے میں کہتے

ہیں:

ثم إن أصحابنا المصنفين رضي الله عنهم أجمعين وعن سائر المسلمين، أكثر و التصانيف كما قدمنا، وتنوعوا فيها كما ذكرنا، واشتهر منها لتدريس المدرسين، وبحث المشتغلين: المہذب و الوسيط و هما كتابان عظيمان، صنفها إمامان جليلان: أبو إسحاق إبراهيم بن علي بن يوسف الشيرازي، و أبو حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالي رضي الله عنهما، و تقبل ذلك و سائر أعمالهما منهما. (۳۲)

ہمارے اہل تصنیف اصحاب (اللہ ان سب اور تمام مسلمان علماء سے راضی ہو۔) نے کثرت سے تصانیف کی ہیں، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔ انھوں نے ان تصانیف میں تنوع سے کام لیا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔ ان کتابوں میں سے مدرسین کی تدریس اور اہل تحقیق کی جست جو کے لیے المہذب اور الوسيط مشہور ہوئی ہیں۔ یہ دو عظیم کتابیں ہیں، جنھیں جلیل القدر ائمہ، ابو اسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف الشیرازی اور ابو حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی نے تصنیف کیا۔ اللہ ان دونوں سے راضی ہو اور یہ اور ان کے تمام کاموں کو قبول فرمائے۔

المہذب ایک جلیل القدر کتاب ہے۔ اس کتاب سے فقہا استنباط احکام کے لیے استفادہ کرتے ہیں، کیوں

کہ اس کتاب میں فروع کو دلائل سمیت پیش کیا گیا ہے۔ امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے المہذب میں جس اسلوب کو اختیار کیا ہے اس کا ایک نمونہ حسب ذیل ہے۔

كتاب الطهارة

باب ما تجوز به الطهارة من الميا وما لا تجوز

يجوز رفع الحدث و إزالة النجس بالماء المطلق وهو ما نزل من السماء أو نبع من الأرض، فيما نزل

من السماء ماء المطر و ذوب الثلج والبرد، والأصل فيه قوله عز وجل J I H G M

L M L K (۳۳) وما نبع من الأرض ماء البحار وماء الأنهار وماء الآبار والأصل فيه

قوله ﷺ في البحر هو الطهور ماؤه الحل ميتته وروي أن النبي توضأ من بئر بضاعة. (۳۴)

۳۲- النووی، المجموع، ۱: ۲۲

۳۳- القرآن ۸: ۱۱

۳۴- ابو داؤد سلیمان بن الأشعث البجستانی، سنن أبي داؤد، کتاب الطهارة، باب ماجاء في بئر بضاعة (بیروت):

المکتبة العصرية)، حدیث ۶۶۔

فصل: ولا یکره من ذلك إلا ما قصد إلى تشميسه فإنه یکره الوضوء به ومن أصحابنا من قال: لا یکره ماتشمس بنفسه في البرک والأنهار، والمذهب الأول والدلیل علیه ما روي أن النبي ﷺ قال لعائشة رضي الله عنها و قد سخنت ماء بالشمس یا حمیراء، لا تفعلی هذا فإنه یورث البرص ویخالف ماء البرک والأنهار لأن ذلك لا یمكن حفظه من الشمس فلم یترک به المنع، فإن خالف و تواضا به صحَّ الوضوء، لأن المنع منه لخوف الضرر فلم یمنع صحة الوضوء لأن المنع منه لخوف الضرر فلم یمنع صحة الوضوء كما لو تواضا بها یخاف من حره أو برده. (۳۵)

کتاب الطہارت۔

یہ باب ان پانیوں کے بیان میں ہے جن کے ذریعے وضو کرنا جائز ہے اور جن کے ذریعے نہیں۔ ناپاکی کا دور کرنا اور نجاست کا ازالہ کرنا عام پانی سے، جو آسمان سے اترتا ہو یا زمین سے نکلا ہو، جائز ہے، چنانچہ بارش اور برف اور اولوں کے پگھلنے سے حاصل شدہ پانی کے بارے میں اصل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ: وہ ذات آسمان سے تم پر پانی برساتی ہے تاکہ تمہیں اس کے ذریعے طہارت عطا کرے۔ زمین سے نکلنے والے پانی میں سمندروں، دریاؤں اور چشموں کا پانی شامل ہے۔ سمندری پانی کے بارے میں اصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: اس کا پانی پاک اور اس کا مردہ حلال ہے۔ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بضانہ کے کنویں سے وضو فرمایا۔

فصل: ان پانیوں میں سے صرف وہی مکروہ ہیں جنہیں خود دھوپ دی گئی ہو، کیوں کہ ان سے وضو کرنا مکروہ ہے۔ ہمارے اصحاب میں سے بعض کا کہنا ہے کہ تالابوں اور دریاؤں کا جو پانی خود ہی دھوپ سے گرم ہو جائے، وہ مکروہ نہیں ہے۔ پہلا مذہب اور اس کی دلیل وہ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضي الله عنها سے فرمایا، جب کہ انھوں نے کچھ پانی دھوپ کے ذریعے گرم کر رکھا تھا: حمیرا! یوں نہ کرو کیوں کہ یہ برص پیدا کرتا ہے۔ تالابوں اور دریاؤں کے پانی کا حکم اس کے برعکس ہے، کیوں کہ اس کو دھوپ سے بچانا ممکن نہیں ہوتا، اس لیے ممانعت کا حکم اس کے بارے میں نہیں ہوگا۔ تاہم اگر کسی نے اس کے خلاف کرتے ہوئے ایسے پانی سے وضو کر ڈالا تو وضو صحیح ہو جائے گا، کیوں کہ اس کی ممانعت نقصان کے خوف سے تھی، اس لیے وضو کے صحیح ہونے کی ممانعت نہ ہوگی۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی ایسے پانی سے وضو کر لے جس کی ٹھنڈک یا گرمی سے (نقصان کا) اندیشہ ہو۔

اس مثال سے واضح ہوتا ہے کہ امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ سلف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مسائل بیان کرتے ہوئے سب سے پہلے قرآن پاک پھر حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے بعد فقہاء کے اقوال سے استشہاد کرتے تھے؛ تاہم امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے جن احادیث سے استفادہ کیا، نہ ان کی تخریج کی اور نہ ان پر حکم لگایا، اسی طرح فقہاء

شواہغ کے اقوال کا ذکر کرتے ہوئے بھی بعض اوقات ومن أصحابنا من قال کہہ کر قول ذکر کر دیا، لیکن صاحب قول کے متعلق غبوض کو ختم نہ کیا؛ انھی اسباب کی بنا پر المہذب سے کماحقہ استفادے کے لیے اس کی شرح سے رجوع کرنا لازمی ہو جاتا ہے۔

۲- امام النووی اور ان کی تصنیف المجموع

شیخ الاسلام امام النووی کی کنیت ابو زکریا تھی اگرچہ انھوں نے شادی کی اور نہ ہی ان کی اولاد تھی، لیکن ابو زکریا کنیت کو اختیار کیا، جب کہ ان کا نام یحییٰ بن شرف مری بن حسن تھا۔ فقہ شافعی کے عظیم امام محی الدین کے لقب سے مشہور تھے۔ امام النووی ۶۳۱ھ میں شام میں واقع نوی^(۳۶) نام کے علاقے میں پیدا ہوئے اور اسی مناسب سے امام النووی کے نام سے مشہور ہوئے۔ وہ ایک فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ حافظ حدیث، ماہر لغت اور مفسر کی حیثیت سے بھی معروف ہیں۔ امام النووی نے ابتدائی تعلیم اپنے قصبے سے حاصل کی۔ النووی کے استاد شیخ یاسین بن یوسف الزرکشی^(۳۷) کہتے ہیں کہ میں نے محی الدین النووی کو دس سال کی عمر میں دیکھا، وہ بچوں کے ساتھ کھیل کود میں دل چسپی نہیں رکھتے تھے اور اس عمر میں بھی تلاوت کلام پاک سے شغف رکھتے تھے۔ اس چیز نے میرے دل میں ان کے لیے محبت ڈال دی۔ ان کے والد نے انھیں اپنے کاروبار میں شامل کرنا چاہا، لیکن وہ کاروباری خرید و فروخت کے بجائے قرآن پاک کے علم سے دل چسپی رکھتے تھے۔^(۳۸) وہ انیس سال کی عمر میں دمشق آئے اور وہاں المدرسۃ الرواحیۃ میں تقریباً دو سال طلب علم کے لیے مقیم رہے۔^(۳۹)

امام النووی نے فقہ، اصول فقہ، حدیث، علوم حدیث، لغت، نحو، تفسیر، منطق اور توحید کی تعلیم حاصل کی۔ امام النووی حدیث اور اس کے فنون کے عالم تھے۔ انھوں نے فقہ شافعی میں تفتقہ حاصل کیا اور اپنی

۳۶- نوی کے مقام پر عصر حاضر میں عامرہ نام کا قصبہ ہے۔ یہ درعاشہ کے قریب ہے۔ یہ علاقہ دمشق کے جنوب میں واقع ہے۔

۳۷- ان کا پورا نام یحییٰ بن عبد اللہ المعربی ہے جب کہ وہ الحجام، الأسود، الصالح کے القاب سے مشہور ہوئے۔

۳۸- تقی الدین ابو بکر بن احمد بن محمد بن عمر الاسدی الشہبی دمشقی (ت ۸۵۱ھ)، طبقات الشافعیۃ، ت، حافظ عبد العظیم خان

(بیروت: دارالنشر، عالم الکتب، ۱۴۰۷ھ)، ۲: ۱۵۳۔

۳۹- الزرکشی، الأعلام، ۸: ۱۴۸۔

مہارت کی وجہ سے ائمہ میں شمار کیے جانے لگے۔ امام النووی کی تعلیم اور اسلوب تربیت کا اندازہ اس نصاب سے کیا جاسکتا ہے جس کا انھوں نے مطالعہ کیا؛ چنانچہ اس ضمن میں روایت کی جاتی ہے کہ:

إنه كان يقرأ كل يوم اثني عشر درسا على المشايخ شرحًا و تصحيحًا درسين في الوسيط^(۵۰) و درسا في المذهب و درسا في الجمع بين الصحيحين^(۵۱) و درسا في صحيح مسلم و درسا في اللمع لابن جني^(۵۲) و درسا في إصطلاح المنطق لابن السكيت^(۵۳) و درسا في التصريف و درسا في أصول الفقه تارة في اللمع لأبي إسحاق و تارة في المنتخب لفخر الدين و درسا في أسماء الرجال و درسا في أصول الدين.^(۵۴)

آپ روزانہ مشائخ کے پاس بارہ اسباق شرح و بسط کے ساتھ پڑھتے تھے؛ دو سبق الوسيط کے، ایک سبق المذهب کا، ایک سبق الجمع بين الصحيحين کا، ایک سبق صحيح مسلم کا، ایک سبق ابن جني کی اللمع کا، ایک سبق ابن السكيت کی اصطلاح المنطق کا، ایک سبق علم تصريف کا، ایک سبق اصول فقه کا (کبھی ابو اسحاق کی اللمع سے اور کبھی فخر الدين کی المنتخب سے)، ایک سبق اسماء الرجال کا اور ایک سبق اصول دين کا۔

امام النووی اپنی تعلیم و تربیت کی نوعیت کے بارے میں کہتے ہیں:

۵۰۔ اس کتاب کا پورا نام الوسيط في المذهب ہے، جب کہ اس کتاب کے مؤلف ابو حامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی (ت ۵۰۵ھ) ہیں یہ فقہ شافعی کی متداول کتب میں سے ہے اور کئی محققین نے اس کی شرح، تہذیب اور اختصار کے حوالے سے کوششیں بھی کی ہیں۔ اس کتاب کو دارالاسلام، القاہرہ نے احمد محمود ابراہیم اور محمد محمد تامل کی تحقیق سے ۱۴۱۷ھ میں شائع کیا۔

۵۱۔ الجمع بين الصحيحين میں امام الازدی الحمیدی (ت ۴۸۸ھ) نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث کو جمع کیا۔ اس کو دار ابن حزم بیروت نے علی حسین ابواب کی تحقیق کے ساتھ دوسری مرتبہ ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲ء میں شائع کیا۔

۵۲۔ اللمع في العربية ابوالفتح عثمان بن جنی الموصلی (ت ۳۹۲ھ) کی کتاب ہے۔ دارالکتب الثقافیة کویت نے اس کتاب کو فافاز فارس کی تحقیق کے ساتھ شائع کیا۔

۵۳۔ ابو یوسف یعقوب بن اسحاق ابن السکیت (ت ۲۴۴ھ)، اصطلاح المنطق، تحقیق محمد مرغب (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲ء)۔

۵۴۔ ابن قاضی شبر، طبقات الشافعیة، ۲: ۱۵۳؛ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ۴: ۱۷۴۔

كنت أعلق جميع ما يتعلق بها من شرح مشكل و وضوح عبارة و ضبط لغة، و بارك الله في وقتي و خطر لي الاشتغال بعلم الطب فاشترت كتاب القانون فيه و عزمت على الاشتغال فيه فأظلم على قلبي و بقيت أياماً لا أقدر على الاشتغال بشي، ففكرت في أمري و من أين دخل عليّ الداخل، فألهمني الله أن سببه اشتغالي بالطب، فبعث القانون في الحال فاستنار قلبي وقد سمع الحديث الكثير وأخذ علم الحديث عن جماعة من الحفاظ. (۵۵)

میں اس سے متعلق مشکل امور کی وضاحت، عبارت کی توضیح، لغوی ضبط جیسے تمام امور پر تعلق نویسی کرتا تھا۔ اللہ نے میرے وقت میں برکت دی اور علم طب میں مشغول ہونے کا خیال آیا، چنانچہ میں نے طب میں کتاب القانون خریدی اور اس میں مشغولیت کا عزم کر لیا، لیکن اس سے میرے دل میں ظلمت سی پیدا ہو گئی اور میں کئی دن ایسی کیفیت میں رہا کہ کچھ بھی نہ کر سکا۔ میں نے اپنے احوال پر غور و فکر شروع کیا کہ مجھ میں یہ کیفیت کہاں سے آئی ہے تو اللہ نے یہ بات سمجھائی کہ اصل میں اس کا سبب طب کی مشغولیت ہے۔ میں نے فوراً القانون بیچ ڈالی تو میرا دل روشن ہو گیا۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کا بہت سماع کیا اور حفاظ کی ایک جماعت سے علم حدیث حاصل کیا۔

امام النووی نے کتاب الکمال عبد الغنی علی ابی البقاء خالد النابلسی (۵۶) سے پڑھی۔ صحیح مسلم کی شرح انھوں نے ابو اسحاق المرادی (۵۷) سے پڑھی۔ اصول فقہ میں ان کے استاد قاضی ابوالفتح التنلیسی (۵۸) تھے۔ فقہ

۵۵- نفس مصدر۔

۵۶- ان کی کنیت ابوالبقا تھی جب کہ پورا نام خالد بن یوسف بن سعد تھا۔ نابلس کی نسبت کی وجہ سے النابلسی کے لقب سے مشہور ہوئے ۶۶۳ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

۵۷- ان کی کنیت ابواسحاق، جب کہ پورا نام ابراہیم بن عیسیٰ ہے۔ چونکہ ان کا تعلق اندلس سے تھا، اس لیے المرادی الاندلسی الشافعی کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ان کی وفات ۶۶۸ھ میں ہوئی۔

۵۸- ان کی کنیت ابوالفتح ہے، جب کہ ان کا نام عمر بن بندار بن عمر بن علی بن محمد ہے، ۶۷۲ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ التنلیسی کی نسبت تنلیس نام کے شہر سے ہے جو کہ آذربائیجان میں واقع ہے۔

میں ان کے استاد شمس الدین عبدالرحمن بن نوح المقدسی،^(۵۹) عز الدین عمر بن اسعد الاربلی^(۶۰) اور کمال الدین سلار الاربلی^(۶۱) وغیرہ تھے۔^(۶۲)

۶۶۵ھ میں ابی شامہ^(۶۳) کی وفات کے بعد امام النووی دار الحدیث الأشرفیہ کے نگران مقرر ہوئے۔ آپ انتہائی متقی نیک اور پرہیزگار تھے۔ ان کے شاگرد ابن عطار^(۶۴) کہتے ہیں کہ امام النووی اپنا تمام تر وقت تعلیم و تصنیف میں صرف کرتے تھے، بہت کم سوتے تھے، ان کا خیال تھا کہ زیادہ کھانے سے انھیں نیند آجائے گی، اس لیے دن میں ایک مرتبہ کھانا کھاتے تھے۔ انھوں نے شادی بھی نہیں کی اور اپنی زندگی تصنیف و تالیف کے لیے وقف کر دی۔ ابن عطار نے امام النووی کے تفصیل حالات زندگی بھی تحریر کیے ہیں۔^(۶۵)

امام النووی نے کئی کتب تصنیف کیں۔ ان کی معروف تصنیفات میں تہذیب الأسماء واللغات، منهاج الطالبین، تصحیح التنبیة للشیرازی، لغات التنبیة، المنہاج فی شرح مسلم، التقرب والتیسیر، الأذکار من کلام سید الأبرار السمی حلیة الأبرار و شعار الأخیار، خلاصة الأحکام من مہمات السنن و قواعد الإسلام، و ریاض الصالحین من کلام سید المرسلین، بستان العارفین، الإیضاح فی مناسک الحج و العمرة، روضة الطالبین، التبیان فی داب حملة

-
- ۵۹- ان کا پورا نام ابو اسحاق بن احمد ہے، وہ المغربی اور المقدسی کے لقب سے مشہور ہیں ان کی وفات (ت ۶۵۰ھ) میں ہوئی۔
- ۶۰- ان کا پورا نام عز الدین عمر بن اسعد بن ابی غالب الربعی الاربلی تھا۔ آپ ۶۷۵ھ میں فوت ہوئے۔ امام النووی کے شیوخ میں سے تھے۔
- ۶۱- ابو الحسن سلار بن الحسن الاربلی الجبلی الدمشقی کے لقب سے مشہور ہیں۔ ان کی تاریخ وفات ۶۷۰ھ ہے۔ الاربلی کی نسبت اربل سے ہے جو کہ موصل کے راستہ میں ایک مشہور قلعہ ہے۔
- ۶۲- السبکی، طبقات، ۸: ۳۹۷؛ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ۳: ۱۷۳۔
- ۶۳- شہاب الدین ابو القاسم المعروف بابی شامہ (۵۹۹ھ-۶۶۵ھ) فقیہ، مورخ، قاری اور نحوی تھے۔ عز الدین بن عبدالسلام، ابن عساکر اور آمدی کے شاگرد ہیں۔
- ۶۴- علاؤ الدین علی بن ابراہیم بن داؤد بن سلیمان بن العطار ۶۵۳ھ میں پیدا ہوئے۔ وہ امام النووی کے ساتھ منسلک رہے، اس لیے انھیں مختصر النووی بھی کہا جاتا ہے۔ ان کی بہت ساری تحریریں ہیں۔ ۷۲۳ھ میں ان کا انتقال ہوا۔
- ۶۵- دیکھیے: علاء الدین علی بن ابراہیم ابن العطار، تحفة الطالبین فی ترجمة الإمام محي الدين، تحقیق مشہور بن حسن آل سلمان، (الدار الأثریة عمان / الاردن، الطبعة الأولى، ۱۴۲۸ھ / ۲۰۰۷ء)، ۳۹۰۔

القرآن، مختصر التبیان، المقاصد، مختصر طبقات الشافعية لابن الصلاح، مناقب الشافعي،
المبهمات من رجال الحديث، الأربعون النووية اور الإرشاد في علوم الحديث جیسی عظیم
تصانیف شامل ہیں۔

امام النووی کے شاگردوں میں اس دور کے کئی ممتاز عالم اور فقہا شامل تھے جن میں ابن جمعان،^(۶۱) ابو
الفتح البعلی الحنبلی،^(۶۲) ابن العطار، ابن ہلال الجعفری،^(۶۳) قاضی حرز اللہ الاربوی،^(۶۴) جمال العین الاذری
الزرعی،^(۶۵) عبدالرحمن المذنی^(۶۶) اور ابن النقیب شامل ہیں۔

امام النووی اپنے دور کے حکم رانوں کو عوام کی حالت زار سے خط و کتابت کے ذریعے آگاہ کرتے تھے۔
چنانچہ انھوں نے مختلف بادشاہوں کو خطوط لکھے اور ان کی توجہ عامۃ الناس کے مسائل کی طرف مبذول
کروائی۔^(۶۷) ۶۷۶ھ میں امام النووی بیت المقدس کی زیارت کے لیے گئے۔ واپسی پر اپنے آبائی علاقے نوی تشریف
لے گئے۔ وہاں پر بیمار ہوئے اور وہیں ۶۷۶ھ میں ان کی وفات ہو گئی؛ چنانچہ ان کو اسی آبائی علاقے ہی میں دفن
کر دیا گیا۔^(۶۸)

۳- تدوین المجموع میں امام النووی کا منہج

المہذب کی شرح المجموع امام النووی کی فقہ شافعی میں عظیم الشان تصنیف ہے۔ اگرچہ المہذب کی
کئی شروح تحریر کی گئیں، لیکن جتنی اہمیت اور شہرت المجموع کو حاصل ہوئی وہ کسی اور کتاب کو نصیب نہیں ہوئی۔

۶۶- ان کا پورا نام الشیخ شہاب الدین احمد بن محمد بن عباس بن جمعان ہے۔ ۶۹۹ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

۶۷- شمس الدین محمد بن ابی الفتح البعلی الحنبلی کی ۷۰۹ھ میں وفات ہوئی۔

۶۸- قاضی صدر الدین سلیمان بن ہلال الجعفری کی وفات ۷۲۵ھ میں ہوئی۔

۶۹- قاضی شہاب الدین احمد بن ابی بکر بن حرز اللہ الاربوی کی وفات ۷۲۷ھ میں ہوئی۔

۷۰- قاضی القضاة سلیمان بن عمر بن سالم جمال الدین الاذری الزرعی کی وفات ۷۳۳ھ میں ہوئی۔

۷۱- ابوالحجاج یوسف بن عبدالرحمن المذنی کی وفات ۷۴۲ھ میں ہوئی۔

۷۲- الذہبی، تذکرة الحفاظ، ۴: ۱۷۶-۱۔

۷۳- ابن العطار، تحفة الطالبین، ۴۳؛ ابن قاضی شہبہ، طبقات الشافعية، ۲: ۱۵۶؛ الذہبی، مصدر سابق، ۴: ۱۷۳-۱۔

المہذب فقہ شافعی کے مصدر کی حیثیت رکھتی ہے۔ المہذب کی اہمیت کے پیش نظر اس کی مختصر اور طویل شرح تحریر کی گئیں۔ بعض مکمل ہوئیں اور بعض مکمل نہ ہو سکیں۔ ان شرح کے ذریعے المہذب کی تعقیب کی گئی اور اس کے مندرجات کی تصحیح و توضیح بھی کی گئی نیز ان شرح میں المہذب کے الفاظ کے غموض کی وضاحت بھی کی گئی ہے اور اس کے مشکل الفاظ کو آسان پیراے میں واضح کیا گیا ہے۔ اس میں وارد احادیث اور آثار کی تخریج بھی کی گئی ہے۔

امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ابو علی حسن بن ابراہیم الفاروقی نے المہذب کی پہلی شرح فوائد علی المہذب تحریر کی۔ موفق الدین صالح بن ابی بکر المقدسی نے أحكام المذہب مما خرجه صاحب المہذب کے نام سے ایک شرح تحریر کی۔ ضیاء الدین عثمان بن عیسیٰ الہدبانی المارانی (ت ۶۴۲ھ) نے الاستقصاء لمذہب العلماء و الفقہاء کے نام سے المہذب کی شرح تحریر کی۔ المہذب میں چون کہ مشکل اور بہت سارے غریب الفاظ بھی استعمال کیے گئے ہیں اس لیے کئی علما نے اس کے الفاظ کی تشریح بھی کی ہے۔ اس ضمن میں کئی کتابیں تحریر کی گئیں جن میں محمد بن احمد بن بطلال الیمینی (ت ۶۳۰ھ) کی کتاب النظم المستعذب، عبدالعزیز بن عبدالکریم البجلی کی کتاب شرح مشکلات المہذب اور محمد بن علی بن ابی علی الشافعی کی تصنیف شرح مشکلات الألفاظ شامل ہیں۔

کئی فقہانے المہذب کی احادیث کی تخریج کی غرض سے بھی کتابیں تحریر کی ہیں، ان کتابوں میں الملقن (ت ۸۰۴ھ)، محمد بن موسیٰ الحازمی (ت ۵۸۳ھ) اور ابن المعین المنفلوطی (ت ۷۴۱ھ) وغیرہ کی تصانیف اہم ہیں۔ کئی فقہانے المہذب کے فوائد کا ذکر کیا اور اس میں اضافے بھی کیے ہیں، ابن ابی عسرون (ت ۶۶۵ھ) اور جلال الدین السیوطی (ت ۹۱۱ھ) کی تصانیف اس ضمن میں اہم ہیں۔^(۴)

المہذب کے حوالے سے لکھی گئی تصانیف کے حوالے سے عماد علی جمعہ کہتے ہیں:

۴- الشیرازی، المہذب، ۱: ۱۴؛ محمد تامر، مقدمة الكتاب، امام النووی، المجموع شرح المہذب (قاہرہ: مكتبة البلد

إن شروح المذهب و مختصراته و الكتب التي صنفت حوله كثيرة، و يصعب حصرها و استقصاؤها و أكثرها لا يزال مخطوطاً. (۷۵)

المذهب کی خدمت کے لیے بہت ساری کتب تحریر کی ہیں۔ یہ کتابیں یا تو المذهب کا استدراک ہیں یا پھر ان کے ذریعے اس کے التباس، اشکال اور ماخذوں کی وضاحت کی گئی ہے۔ المذهب کے حوالے سے تحریر کی گئیں اکثر کتابیں ابھی تک مخطوطات کی شکل میں ہی موجود ہیں۔

مطبوعہ کتب میں امام النووی کی المجموع اور محمد بن احمد بن بطلال الیمنی کی المستعذب فی شرح

غریب المذهب بہت نمایاں ہیں۔

المذهب کی شروح میں سب سے منفرد حیثیت کی حامل المجموع ہے۔ یہ فقہ اسلامی کے عظیم الشان تراث کا خوب صورت عکس اور مظہر ہے۔ اس منفرد فقہی کارنامے میں دقیق اسلامی علمی منہج کی پیروی کی گئی ہے اس لیے اس مقالے میں اس تاریخی فقہی دستاویز کے منہج کا مطالعہ کیا گیا ہے۔

المجموع تقریباً چھ صدیوں تک مخطوط کی صورت میں محفوظ رہی۔ ۱۹۲۵ء میں شیخ محمود الدیناری کی سربراہی میں علمائے ازہر کی ایک کمیٹی (۷۶) نے المجموع کے ان مخطوطات کی اشاعت کی ذمہ داری لی جن کو امام النووی اور امام السبکی نے تحریر کیا تھا۔ اس پہلی اشاعت کے بعد ۲۰۰۱ء میں المجموع دوبارہ طبع ہوئی۔

امام النووی نے المذهب کی شرح مکمل نہیں کی تھی۔ انھوں نے کتاب الطہارۃ، کتاب الصلاة، کتاب الزکاة، کتاب الصیام، کتاب الحج اور عبادات سے متعلق دوسرے موضوعات جیسے الأضحیۃ الحقیقۃ، النذز، الأطمعۃ، الصيد اور الربائع وغیرہ کی شرح مکمل کی۔ اسی طرح کتاب البیوع کا آغاز کیا اور اسے بیع جائز، حرام اور فاسد تک مکمل کیا۔ امام النووی نے المذهب کی شرح نو جلدوں تک مکمل کی تھی، بقیہ کام کو مکمل کرنے کے لیے انھوں نے ابن العطار کو کہا اور وہ کتابیں جن کی مدد سے انھوں نے المجموع تحریر

۷۵- عماد علی جمہ، المكتبة الإسلامية (سلسلة التراث الغربي الإسلامي، ۲۰۰۳ء)، ۱۷۹۔

۷۶- جن علمائے المجموع کی پہلی اشاعت میں حصہ ڈالا ان میں الشیخ محمد مصطفی المرانی، الشیخ محمد الاحمدی الظواہری، الشیخ عبدالرحمن قراء، الشیخ مصطفی عبدالرزاق، احمد تیورباشا، طلعت باشا اور عبدالرحمن بن شیخ الکاف شامل ہیں۔

کی، ابن العطار کے حوالے لکھیں اور انھیں لکھا: "إذا انتقلت إلى الله تعالى فأتم شرح المهذب من هذه الكتب" (۷۷) (جب میرا انتقال ہو جائے۔ تو ان کتابوں کی مدد سے شرح المهذب کی تکمیل کرنا۔) لیکن ابن العطار یہ کام نہ کر سکے۔ امام النووی کی وفات کے بعد امام عبد الكافی السبکی رحمۃ اللہ علیہ (ت ۷۵۶ھ) نے اپنے ہم عصر علما کے اصرار پر بہت سارے تردد کے بعد المجموع کی شرح کے بقیہ کام کا آغاز کیا۔ (۷۸) انھوں نے المجموع کے تین اجزا مکمل کیے۔ امام السبکی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد المهذب کے بعض حصوں کی شرح قدیم علما میں سے الحضرمی اور العراقی وغیرہ نے بھی کی، لیکن یہ کام عصر حاضر میں الشیخ محمد نجیب المطیعی کے ہاتھوں مکمل ہوا۔ انھوں نے جلد نمبر تیرہ سے لے کر پندرہ تک مکمل کیں، لیکن بقیہ اجزا کی تکمیل سے پہلے ان کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ ان کی غیر موجودگی میں پروفیسر محمد حسن العقبی نے بقیہ کام کو آگے بڑھایا اور المجموع کی اٹھارویں جلد مکمل کی۔ الشیخ نجیب المطیعی نے جیل سے رہا ہو کر المجموع کے بقیہ اجزا اٹھارہ، انیس اور بیس کو مکمل کیا اور ان کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ الشیخ نجیب المطیعی ۱۴۰۶ھ میں وفات پا گئے۔ ممتاز محقق الشیخ عیسیٰ منون القطیعی نے تکملة علی المجموع لکھ کر المجموع شرح المهذب کے کام کو پاپے تکمیل تک پہنچایا۔ (۷۹)

المجموع کی ۲۰۰۱ء کی اشاعت میں اس چیز کا خیال رکھا گیا کہ نہ صرف یہ عظیم الشان فقہی ذخیرہ دوبارہ شائع کیا جائے، بلکہ یہ المجموع کا ایسا تکملہ ہو جس کی تحریر میں امام النووی اور امام السبکی کی منہج کی پیروی کی گئی ہو۔ پروفیسر المطیعی کے کام پر تنقید بھی کی گئی، چنانچہ علما فقہا اور مشائخ کی ایک جماعت نے المجموع کے الشیخ نجیب المطیعی کے مکمل کردہ حصے پر نظر ثانی کی اور یوں المجموع کو ستائیس جلدوں میں دارالکتب العلمیة نے ۱۴۲۳ھ میں پھر سے شائع کیا۔ (۸۰)

۷۷- ابن العطار، تحفة الطالبین، ۵۶۔

۷۸- السبکی، تکملة المجموع شرح المهذب، ۳: ۱۰۔

۷۹- الشیرازی، المهذب، مقدمہ، ۱۸۔

۸۰- عادل ابراہیم احمد، منهج الإمام النووي في تحسين الأسانيد من خلال كتابه (المجموع شرح المهذب)

(دراسة تطبيقية، أطروحة الدكتوراة، ۲۰۱۵ء)، ۲۷۔

امام النووی نے المجموع کا ایک طویل مقدمہ تحریر کیا ہے۔ انھوں نے اپنے دور کے متداول طریقہ کار کے مطابق مقدمے کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا سے کیا ہے اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی ذات پاک پر درود و سلام بھیجا ہے۔ اس کے بعد انھوں نے عبادات کی اہمیت اور ان کے ضمن میں ضروری احکام کو جاننے کی ضرورت کو واضح کیا ہے۔ پھر انھوں نے تسہیل احکام کے ضمن میں علما کی خدمات کو سراہا اور ان کی وضاحت کی۔ اس ضمن میں انھوں نے امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی المہذب اور امام الغزالی کی الوسیطہ کا ذکر کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا ہے، جس نے انھیں ان دونوں کتابوں کی خدمت کا موقع فراہم کیا۔ امام النووی کہتے ہیں کہ المجموع صرف المہذب کی ہی نہیں، بلکہ فقہ شافعی، دوسرے فقہی مذاہب، حدیث، اللغات، تراجم اور تاریخ کی بھی شرح ہے۔ وہ لکھتے ہیں: "واعلم أن هذا الكتاب، وإن سمیته شرح المہذب، فهو شرح للمذہب کله، بل لمذہب العلماء کلهم، وللحدیث، وجمل من اللغه و التاریخ و الأسماء." ^(۸۱) (یہ کتاب، اگرچہ میں نے اس کا نام شرح المہذب رکھا ہے، پورے مذہب شافعی کی تشریح ہے، بلکہ اس کے تمام علما کے مذاہب، حدیث اور لغت، تاریخ اور اسما کے مختلف مسائل کی شرح بھی ہے۔)

امام النووی کی تعلیم و تربیت اسی طرح ہوئی کہ انھیں ان تمام علوم و فنون میں مکمل مہارت حاصل ہو گئی تھی جن کی المہذب کی تفسیر و وضاحت کے لیے ضرورت تھی، نیز انھیں ان اسباب کا بھی مکمل ادراک تھا جن کی وجہ سے فقہ شافعی کی عظیم الشان کتاب المہذب سے استفادے میں عوارض پیدا ہو رہے تھے۔ اسی لیے المجموع کی شرح میں اپنے کام کی وضاحت کرتے ہوئے امام النووی لکھتے ہیں:

أذكر فيه إن شاء الله تعالى جملاً من علومه الزاهرات، وأبين فيه أنواعاً من فنونه المتعددات، فمنها تفسير الآيات الكريبات والأحاديث النبويات والآثار الموقوفات، والفتاوى المقطوعات والأشعار الاستشهاديات، والأحكام الاعتقادية والفروعيات، والأسماء واللغات، والقيود والاحترافات وغير ذلك من فنونه المعروفة. ^(۸۲)

۸۱- النووی، المجموع، ۱: ۲۹۔

۸۲- نفس مصدر، ۱: ۲۳۔

میں اس کتاب میں ان شاء اللہ اس کے جملہ درخشاں علوم بیان کروں گا اور متعدد فنون کی بعض انواع ذکر کروں گا، چنانچہ ان میں سے آیات کریمہ کی تفسیر، احادیث نبوی، موقوفات صحابہ، تابعین کے فتاویٰ، شواہد کے طور پر اشعار، اعتقادی اور فرعی احکام، اسما اور لغات، قیود اور احترازاں اور اس کے علاوہ معروف فنون ہیں۔

امام النووی نے المجموع کا آغاز طویل اور نفیس مقدمے سے کیا ہے۔ اس مقدمے میں انھوں نے ان

اسباب کا ذکر کیا ہے جن کی بنا پر انھوں نے المہذب کی شرح لکھنے کے کام کا آغاز کیا۔ انھوں نے المہذب کی اہمیت کا ذکر کیا ہے اور اپنے منہج کے ان نکات کی وضاحت کی ہے جن کی انھوں نے اس کام میں پیروی کی۔ امام النووی المجموع کے مقدمے میں ایسے موضوعات کو بھی زیر بحث لائے ہیں جن کو جانے بغیر فقہ شافعی کے اس اہم مصدر سے استفادہ نہیں کیا جاسکتا۔ المجموع کے مقدمے کو امام النووی نے چھ ابواب اور تیرہ فصول میں تقسیم کیا ہے۔

اس ضمن میں امام النووی کے اہم موضوعات حسب ذیل ہیں:

باب في نسب الشافعي رحمه الله، طرف من أمورہ و أحوالہ

فصل في أحوال الشيخ أبي إسحاق مصنف الكتاب

أحرف من كلام العارفين في الإخلاص و الصدق

باب أقسام العلم الشرعي

باب آداب المعلم

باب آداب الفتوى و المفتي و المستفتي

باب في فصول مهمة تتعلق بالمهذب و يدخل كثير منها

امام النووی نے المجموع میں جو منہج اختیار کیا ہے وہ اس بات کا شاہد ہے کہ ان کو المہذب کے مضامین

پر کتنا عبور تھا نیز یہ کہ کس حد تک ان کے ہاں اتقان اور تخلیقی عنصر موجود تھا۔ امام النووی المہذب کے متن کا جملہ

لکھتے ہیں پھر اس کی شرح کرتے ہوئے وضاحت اور تشریح کرتے ہیں۔ وہ آغاز المہذب میں وارد احادیث سے

کرتے ہیں، پھر حدیث کے راوی صحابی کا ذکر کرتے ہیں، حدیث کی تخریج کرتے ہیں اور حدیث کا حکم بھی واضح

کرتے ہیں۔ وہ احادیث کے راویوں کے حالات بیان کرتے ہیں۔ نیز ان ناموں کی وضاحت کرتے ہیں جن کا امام

الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے المہذب میں ذکر کیا ہے۔ امام النووی، امام الشیرازی کے الفاظ کے تلفظ کی وضاحت کرتے ہیں

اور ان کے اصحاب کے تراجم بیان کرتے ہیں۔ پھر وہ المہذب کے الفاظ کی لغوی وضاحت کرتے ہیں اور ان کے معنی کی شرح کرتے ہیں۔ اسی طرح امام النووی المہذب کے فقہی احکام کی وضاحت کرتے ہوئے وہ اضافے اور تفصیلی مباحث بھی شامل کرتے ہیں جو کہ المہذب میں شامل نہیں ہیں۔^(۸۳) امام النووی کی المجموع میں منہج کے اہم نکات حسب ذیل ہیں۔

۱- احادیثِ نبویہ ﷺ کی تخریج

استنباط احکام کے اساسی مصادر قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی سنت ہیں۔ احادیث رسول اللہ ﷺ میں کچھ صحیح احادیث ہیں جن سے نہ صرف احکام کا استنباط کیا جاتا ہے، بلکہ ان سے استدلال بھی کیا جاتا ہے۔ اس طرح احادیث میں سے کچھ متواتر ہیں اور کچھ احاد ہیں۔ احادیث میں فرق مراتب کا اثر ان سے مستنبط کیے جانے والے احکام پر بھی پڑتا ہے۔ تخریج حدیث کے بغیر ان کے مراتب کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا؛ اس لیے اسلامی اصول تحقیق کی رو سے احادیث کی تخریج ایک بنیادی اور اساسی تحقیق کام ہے۔^(۸۴)

محدثین کی اصطلاح میں تخریج حدیث سے مراد حدیث کے مصادر، الجوامع، السنن، المسانید، المصنفات اور دوسرے ذخیروں سے احادیث کو سند کے ساتھ نقل کرنا اور ان کے بلحاظ صحت مراتب کو بیان کرنا ہے۔^(۸۵) تخریج حدیث کا معنی یہ بھی ہے کہ ائمہ حدیث کے مجموعات میں جس جس جگہ حدیث مع سند موجود ہے اس کا ذکر کیا جائے اور اس کا حکم صحت بھی بیان کیا جائے۔^(۸۶) علمائے تخریج حدیث کی اہمیت کے ساتھ ساتھ اس کے طرق بھی تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ اس ضمن میں بنیادی اصول یہ ہے کہ جو حدیث صحیحین میں یا ان میں سے کسی ایک میں موجود ہو تو اس کی تخریج میں یہی ذکر کر دینا کافی ہوگا۔ بصورت دیگر اس کے بقیہ مصادر کا ذکر کرنا ضروری ہوگا۔^(۸۷)

۸۳- الشیرازی، المہذب، مقدمہ، ۱۸۔

۸۴- عبد الوہاب ابراہیم ابو سلیمان، منہج البحث فی الفقہ الإسلامی (بیروت: مکتبۃ الرشید، ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء)، ۱۹۔

۸۵- حسن محمد المشاط، رفع الأستار عن محیا مخدرات طلعة الأنوار (مکہ مکرمہ: مکتبۃ النهضة العربیة، ۱۳۹۸ھ)، ۳۴۔

۸۶- ابو محمد عبد المہدی بن عبد القادر ابن عبد البہادی، طرق تخریج حدیث رسول ﷺ (مصر: دار الاعتصام)، ۱۰۔

۸۷- دیکھیے: عبد الوہاب ابراہیم، مرجع سابق، ۱۳۵-۱۳۶۔

المہذب میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال کے استدلال کے لیے بہت سی احادیث اور اقوال صحابہ پر انحصار کیا گیا ہے، لیکن ان کی تخریج موجود نہیں ہے۔ مزید برآں ادلہ کے طور پر بیان کی جانے والی احادیث کا درجہ بھی مذکور نہیں ہے، جس کی وجہ سے قاری کے لیے یہ جاننا مشکل ہوتا ہے کہ جس حدیث یا اثر سے استدلال کیا جا رہا ہے وہ صحیح ہے، ضعیف ہے یا غریب ہے۔ اسی طرح بعض اوقات ضعیف، منکر اور موضوع احادیث سے بھی استناد کیا گیا ہے۔

انھی اسباب کی بنا پر امام النووی نے اس بات کا اہتمام کیا کہ المہذب میں وارد احادیث کی تخریج اور ان کے درجات کی وضاحت ہو سکے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے المہذب میں وارد احادیث میں سے صحیح، حسن، ضعیف، مرفوع، موقوف، متصل، مرسل، منقطع، معضل، موضوع، مشہور، غریب، شاذ، منکر، مقلوب، معطل اور مدرج احادیث کی نشان دہی کی ہے۔^(۸۸)

امام النووی تخریج احادیث میں اپنے منہج کے متعلق کہتے ہیں کہ اگر کوئی حدیث بخاری یا مسلم میں ہے تو تخریج کے لیے صرف انھی کا حوالہ دیا ہے اور عموماً کسی اور مصدر کو شامل نہیں کیا جب تک کہ کسی اور سبب کی بنا پر کسی اور کتاب کا ذکر نا ضروری نہ ہو۔ اگر کوئی حدیث بخاری یا مسلم میں نہ ہو تو پھر اس کی تخریج کے لیے انھوں نے زیادہ تر سنن ابی داؤد، سنن الترمذی اور سنن النسائی پر اعتماد کیا ہے۔ جو احادیث ان پانچوں مصادر میں نہ ہوں تو پھر اس کے لیے دوسرے مصادر سے رجوع کیا ہے اور ان کی صحت اور ضعف کی نشان دہی بھی کی ہے۔ امام النووی کہتے ہیں کہ اگر امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے کسی ضعیف حدیث سے استشہاد کیا ہے تو میں نے اس حدیث کے ضعف کا ذکر کیا ہے اور اس مسئلے کے ذکر کے ضمن میں فقہ شافعی کے احکام کے استنباط کے لیے صحیح احادیث کا ذکر کیا یا پھر اس ضمن میں قیاس وغیرہ پر مبنی دلائل کی وضاحت کی ہے۔^(۸۹) امام النووی کی تخریج احادیث میں منہج کی تطبیقی مثال حسب ذیل ہیں:

۸۸ - نفس مرجع، ۲۳-۲۴۔

۸۹ - النووی، المجموع، ۱: ۲۴۔

باب صلوة التطوع میں نماز کی وضاحت کرتے ہوئے امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "أفضل عبادات البدن الصلاة لما روى عبدالله بن عمرو بن العاص رضي الله عنه عن النبي ﷺ أنه قال (۹۰): "استقيموا واعلموا أن خير أعمالكم الصلاة ولا يحافظ على الوضوء إلا مؤمن." (۹۱) (افضل ترین بدنی عبادت نماز ہے، کیوں کہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضي الله عنه نے نبی کریم صلى الله عليه وسلم سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: درست نچ پر ہو اور جان لو کہ تمہارے اعمال میں سے بہترین چیز نماز ہے اور وضو کی محافظت صرف مومن ہی کیا کرتا ہے۔) امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث المہذب میں بغیر تخریج کے شامل کی ہے۔ اس مسئلے کی وضاحت اور اس میں مذکور حدیث کی امام النووی تخریج اس طرح کرتے ہیں:

حدیث عبدالله هذا رواه ابن ماجه في سنته في كتاب الوضوء و البيهقي فيه و في فضائل الصلوات، قيل استقبال القبلة رويها من حديث عبدالله و من حديث ثوبان بلفظه هنا و فيه زيادة قال: "استقيموا ولن تحصوا واعلموا أن خير أعمالكم الصلاة" الخ لكن في رواية ابن ماجه عن عبدالله "أن من خير أعمالكم الصلاة وفي بعض روايات البيهقي ثبات من و في بعضها حذفها و إسناد رواية عبدالله فيه ضعف و إسناد رواية ثوبان جيد لكن من رواية سالم بن أبي الجهدى عن ثوبان و قال أحمد بن حنبل لم يسمع سالم من ثوبان و ذكره مالك في الموطأ مرسلًا معضلاً فقال بلغني أن النبي ﷺ قال: (۹۲) "استقيموا ولن تحصوا واعلموا أن خير أعمالكم الصلاة ولن يحافظ على الوضوء إلا مؤمن." (۹۳)

عبد اللہ کی اس حدیث کو ابن ماجہ نے اپنی سنن میں کتاب الوضوء میں اور بیہقی نے کتاب الوضوء میں اور فضائل الصلوات میں نقل کیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ استقبال قبلہ کو ان دونوں حضرات نے عبد اللہ اور ثوبان سے لفظاً یہاں روایت کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے: تم درست نچ پر ہو اور نیکیوں کا ہر گز احاطہ نہیں کر سکتے اور جان لو کہ تمہارا بہترین عمل نماز ہے الخ، لیکن عبد اللہ سے ابن ماجہ نے (ان خیر اعمالکم کی جگہ) ان من خیر اعمالکم

۹۰- الشیرازی، المہذب فی فقہ الإمام الشافعی (دارالکتب العلمیہ)، ۱: ۱۵۶۔

۹۱- ابن ماجہ، السنن، کتاب الطہارۃ، حدیث: ۱۰۲۷۷، ۱۸۳: ۱، الدرعی، السنن، کتاب الوضوء۔

۹۲- النووی، المجموع (طبقہ دار الفکر)، ۳: ۳۔

۹۳- مالک بن انس، الموطأ، کتاب الطہارۃ، حدیث: ۳۶۔

الصلوة (تمہارے بہترین اعمال میں سے) نماز ہے۔ امام البیہقی کی بعض روایات میں لفظ من مذکور ہے جب کہ بعض میں محذوف ہے۔ عبد اللہ کی روایت کی سند میں ضعف ہے۔ ثوبان کی روایت کی سند اچھی ہے، لیکن وہ سالم بن ابی جعدی نے ثوبان سے روایت کی ہے اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ سالم نے ثوبان سے سماع نہیں کیا ہے۔ امام مالک نے اسے موطاً میں مرسل اور معضل روایت کے طور پر ذکر کیا ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: استقیموا ولن تحصوا... الخ۔

اس مثال سے واضح ہوتا ہے کہ امام النووی حدیث کی تخریج کرتے ہیں۔ روایت الفاظ میں کمی بیشی کی نشان دہی کرتے ہیں، نیز اسناد کے ضعیف بھی ہونے کی یا قوی نشان دہی کرتے ہیں۔ نیز جو احادیث صحیحین میں سے نہیں ان کی تخریج کے لیے ایک سے زیادہ مصادر احادیث پر اعتماد کرتے ہیں۔

ب۔ راجح فقہی رائے کا بیان

فقہی آراء میں سے کسی رائے کو ترجیح دینا بھی اجتہاد کی ایک قسم ہے۔ بعض حضرات یہ رائے رکھتے ہیں کہ فقہی آراء میں ترجیح دراصل ان آراء کی تصویب ہے، کیوں کہ راجح رائے درست قرار پاتی ہے اور مرجوح رائے غلط تو نہیں، لیکن کم زور ضرور تصور ہوتی ہے۔ فقہاء اور اصولیین کی اصطلاح میں ترجیح سے مراد کسی فقہی رائے کے مدلولات اور اس سے مقصود احکام کو اصولی قواعد کی روشنی میں اس طرح راجح قرار دینا کہ اس پر عمل کیا جانا مناسب ہو۔ امام الحرمین ترجیح کی کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں: "إن الترجیح زیادة وضوح، یرجع إلی مأخذ الدلیلین مما لا یستقل دلیلاً." (۹۳)

ابن جوزی کی رائے میں ترجیح سے مراد کسی رائے کو قوی اور دوسری کو ضعیف قرار دینا نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد ایک رائے کو کسی وصف اور معنی کی بنا پر کسی دوسری رائے پر مقدم کرنا ہے؛ اس ضمن میں وہ کہتے ہیں: "إبداء زیادة قوة الدلیل علی الدلیل المعارض له." (۹۵) (ایک دلیل کی زیادہ قوت کو دوسری معارض دلیل پر ظاہر کرنا۔)

۹۳- الجوزی، مغیث الخلق فی ترجیح القول الحق، ۷۔

۹۵- یوسف بن عبد الرحمن بن الجوزی، کتاب الإیضاح لقوانین الاصطلاح فی الجدل و المناظرة (فی الجدل

الأصولی الفقہی)، تحقیق فہد بن محمد السدحان (الریاض: مکتبة العیبکان، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱ء)، ۳۰۲۔

فقہی آراء میں ترجیح کے اصول فقہ اسلامی میں اختلاف رائے کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں نیز یہ اس بات کی عکاسی بھی کرتے ہیں کہ کس طرح مسلمان فقہانے بے لاگ طریقے سے فقہی آراء کو بیان کرنے میں کسی دباؤ کو اثر انداز نہیں ہونے دیا۔

امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل کے ضمن میں فقہانے آراء بیان کی ہیں۔ وہ مسئلہ بیان کر کے اس کے بارے میں فقہانے آراء ان کی ادلہ سمیت ذکر کرنے ہی پر اکتفا کرتے ہیں، لیکن ان آراء میں سے راجح، صحیح یا معتمد علیہ رائے کی نشان دہی نہیں کرتے۔^(۹۶) اسی لیے امام النووی کہتے ہیں کہ مسئلہ بیان کر کے صرف یہ کہہ دینا کہ اس میں دو قول ہیں یا دو آراء ہیں یا دو روایات ہیں، کافی نہیں کیوں کہ مستفتی کو اتنے جواب سے تشفی نہیں ہوتی، بلکہ اس کو تو اس ضمن میں یہ رہ نمائی درکار ہوتی ہے کہ وہ ان آراء میں سے کس رائے کی پیروی کرے۔ اس لیے کہ فتویٰ دیتے ہوئے راجح رائے کو بیان کرنا ضروری ہے۔^(۹۷) اس ضمن میں ایک تطبیقی مثال حسب ذیل ہے۔

باب الزکاة و الفضة میں سونے اور چاندی کی زکاة بیان کرتے ہوئے امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

ہیں:

تجب الزکاة فی الذهب و الفضة لقوله عز وجل ﴿ ۱۰۸ ﴾ [Z Y X W] \ [L]^(۹۸) ولأن الذهب و الفضة معدان للنماء فهو كالإبل و البقر السائمة ولا تجب فیما سواهما من الجواهر كالياقوت و الفيروزج وؤلؤ و المرجان لأن ذلك معد لاستعمال فهو كالإبل و البقر العوامل ولا تجب فیما دون النصاب من الذهب و الفضة و نصاب الذهب عشرون مثقالاً لما روی عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده عن النبي ﷺ ولا يجب فی أقل من عشر من مثقالاً من الذهب شي.^(۹۹)

زکاة، سونے اور چاندی میں واجب ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "اور جو لوگ سونا اور چاندی ذخیرہ کرتے ہیں اور انھیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو آپ انھیں دردناک عذاب کی بشارت دے دیجیے؛ نیز اس لیے کہ سونا اور چاندی

۹۶۔ الشیرازی، المہذب، ۱: ۲۱۔

۹۷۔ النووی، المجموع، ۱: ۷۹۔

۹۸۔ القرآن، ۹: ۳۴۔

۹۹۔ الشیرازی، المہذب، ۱: ۲۹۱۔

بڑھوتری کے لیے تیار ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ اونٹ اور چرنے والے بیلوں کی مانند شمار ہوں گے اور ان دونوں کے علاوہ جواہر (جیسے یاقوت، فیروزہ، موتی اور مرجان) میں زکاۃ واجب نہیں، کیوں کہ یہ استعمال کے لیے تیار کیے جاتے ہیں، اس لیے وہ کام کرنے والے اونٹ اور بیلوں کی مانند ہوں گے اور زکاۃ سونے اور چاندی کے نصاب سے کم مقدار میں واجب نہ ہوگی، اور سونے کا نصاب بیس مثقال ہے، کیوں کہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے واسطے سے نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ سونے کے دس مثقال سے کم میں کچھ واجب نہیں۔

المہذب میں امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے اس فقہی مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے امام النووی نے اپنے منہج

کے مطابق سب سے پہلے حدیث کی تخریج کی ہے، پھر مشکل الفاظ کی لغوی اور اصطلاحی وضاحت کی ہے ^(۱۰۰) اور اس کے بعد اس میں مذکور فقہی مسئلے کی وضاحت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سونے اور چاندی کے علاوہ باقی جواہر مثلاً یاقوت، فیروزہ، موتی، مرجان، زمرد، زبرجد، دہات، پیتل اور شیشے وغیرہ جیسی معدنیات میں زکاۃ نہیں ہے۔ وہ مزید کہتے ہیں کہ اگرچہ ان معدنیات کی تیاری میں بہت محنت بھی کی گئی ہو اور ان کی قیمت زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح مشک اور عنبر میں زکاۃ نہیں ہے۔ امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے سونے چاندی کے علاوہ صرف چند دھاتوں کا ذکر کیا تھا، جب کہ امام النووی نے بقیہ تمام دھاتوں کا ذکر کر دیا۔ امام الشیرازی نے اس مسئلے کے بیان میں فقہا کی آرا کا ذکر نہیں کیا، جب کہ امام النووی نے اس ضمن میں نہ صرف امام الشافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ذکر کی بلکہ فقہ شافعی کی رائے بیان کرتے ہوئے کہا کہ: "قال أصحابنا: معناه كل ما يستخرج منه فلا زكاة فيه ولا خلاف في شيء من عندنا." (ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ اس کا معنی ہے کہ اس سے جو کچھ بھی نکالا جائے گا، اس میں زکاۃ نہیں) اور امام النووی یہیں پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ پھر جمہور علما کی آرا کو بھی بیان کرتے ہیں، چنانچہ کہتے ہیں کہ ابن منذر نے امام حسن بصری، عمر بن العزیز، امام الزہری، ابو یوسف اور اسحاق بن راہویہ وغیرہ سے روایت کی ہے کہ عنبر میں خمس واجب ہے، جب کہ امام الزہری موتی میں بھی خمس لازمی قرار دیتے ہیں۔ امام النووی اسی طرح کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب (فقہائے شوافع) عبد اللہ بن الحسن العنبری سے یہ رائے روایت کی ہے کہ سونے اور چاندی کے علاوہ باقی سب میں خمس ہے۔ ^(۱۰۱)

۱۰۰- المجموع، ۶: ۳-۵۔

۱۰۱- المجموع، ۶: ۶۔

اس مثال سے واضح ہوتا ہے کہ کس طرح امام النووی نے فقہی مسائل میں امام الشیرازی کی فقہی رائے کی وضاحت کرتے ہوئے متنوع آرا کی نہ صرف وضاحت کی، بلکہ اس میں ترجیحی رائے کی بھی نشان دہی کی تاکہ مستفتی کو مشکل نہ ہو۔

بعض اوقات امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ کسی قول کو ترجیح دیتے ہیں جب کہ فقہ شافعی میں راجح رائے اس کے برعکس ہے۔ اسی طرح بعض مسائل میں امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی ترجیح فقہ شافعی میں غیر معتمد ہے جب کہ متداول ترجیح ان اقوال کو ہے جنہیں امام النووی یا امام الرافعی نے ترجیح دی ہے کیوں کہ ان دونوں کی حیثیت فقہ شافعی کے محقق کی سی ہے۔

ج۔ متنوع فقہی آرا کا ذکر

فقہی آرا میں اختلاف آرا کے بیان میں آزادی کی اس روایت کی عکاسی ہے جس کا مظاہرہ مسلمانوں کے ہاں صدیوں تک ہوتا رہا۔ اس ضمن میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے:

ما أحب أن أصحاب رسول الله ﷺ لم يختلفوا: لأنه لو كان قولاً واحداً كان الناس في ضيق، وإنهم أئمة يقتدى بهم، فلو أخذ أحد بقول رجل منهم كان في سعة. (۱۰۲) (مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلاف نہیں کیا، اس لیے کہ اگر ایک ہی قول ہوتا تو لوگ تنگی میں پڑ جاتے۔ وہ لوگ مقتدا ائمہ ہیں۔ اگر ان میں سے کسی کا قول لے لیا جائے تو وہ وسعت پائے گا۔)

فقہ اسلامی کا خاص امتیاز متنوع فقہی آرا ہیں۔ بعض معاملات میں فقہاء کے درمیان اتفاق رائے بھی پایا جاتا ہے، لیکن یہ ممکن ہوتا ہے کہ حکم میں اتفاق رائے کے باوجود اس حکم کی دلیل اور استدلال میں اتفاق نہ ہو، اس لیے فقہی آرا کا ذکر کرتے ہوئے نہ صرف متنوع فقہی آرا بلکہ متفق علیہ فقہی آرا میں بھی الگ الگ دلیل اور استدلال کا ذکر کیا جانا ضروری ہے۔ مزید برآں فقہ اسلامی میں فقہی آرا کو ان کے قائلین سے درست طریقے سے منسوب کرنا بہت مہارت کا کام ہے۔ دلالات فقہ کی تعبیر اور ان کے نتائج اس صورت میں درست ہو سکتے ہیں جب فقہی آرا درست طریقے سے قائلین سے منسوب ہوں، اس ضمن میں محمد بن علی بن الطیب البصیری کہتے ہیں:

۱۰۲- ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی، الموافقات فی أصول الشریعة، شرح عبداللہ دراز (مصر: المكتبة التجارية

اعلم أن مذهب الإنسان هو اعتقاده، فمتى ظننا اعتقاد الإنسان، أو عرفناه ضرورة، أو بدليل مجمل، أو مفصل، قلنا إنه مذهب، ومتى لم نظن ذلك ولم نعلم، لم نقل إنه مذهب. (۱۰۳)

جان لیجیے کہ انسان کا مذہب، اس کا اعتقاد ہوتا ہے، چنانچہ جب ہمیں انسانی اعتقاد کا پتا چل جائے، یا اسے ضروری طور پر یا دلیل مفصل یا مجمل کے ذریعے جان لیں تو ہم کہتے ہیں یہ اس کا مذہب ہے، اور جب ہمیں اس کا پتا نہ چل سکے تو پھر ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ اس کا مذہب ہے۔

کسی فقیہ کی رائے وہ ہے جو اس نے بیان کی اور جس کے بارے میں دلیل بھی موجود ہو۔ جو بات کسی نے نہ کی ہو اور اس بات کی دلیل بھی نہ ہو تو وہ بات اس سے منسوب نہیں کی جاسکتی جیسا کہ امام الشافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: "ولا ینسب إلی ساکت قول" (کسی ساکت کی طرف کوئی قول منسوب نہیں کیا جاسکتا)۔ (۱۰۴)

بہت سارے مسائل میں امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ایک قول یا ایک رائے بیان کرنے پر ہی اکتفا کیا ہے جس سے بعض اوقات یہ محسوس ہوتا ہے کہ فقہ شافعی میں اس مسئلے سے متعلق صرف ایک ہی فقہی رائے پائی جاتی ہے اور یہی رائے رائج اور قابل اعتماد ہے جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہوتی ہے۔ مسئلے کے بارے میں دو یا اس سے زیادہ آراء ہوتی ہیں اور جو رائج رائے فقہ شافعی میں متداول ہے اس کا امام الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے المہذب میں ذکر ہی نہیں کیا ہوا ہوتا۔ اس وجہ سے قاری کو شک گزرتا ہے اور اسے فقہ شافعی کی قابل اعتماد رائے سے آگاہی نہیں ہوتی۔

اس سبب کو مد نظر رکھتے ہوئے امام النووی نے ایسا منہج اختیار کیا ہے جس کی بنا پر المہذب میں موجود فقہی احکام کو سمجھنا اور ان پر عمل کرنا آسان ہو گیا، اس ضمن میں امام النووی کہتے ہیں:

وأما الأحكام فهو مقصود الكتاب فأبالغ في إيضاحها بأسهل العبارات، وأضم إلی ما في الأصل من الفروع و التتمات، والزوائد المستجدات، والقواعد المحررات، والضوابط الممهديات، ما تقر به إن شاء الله تعالى أعين أولي البصائر والعنايات، والمبرئين من أدناس الزيغ والجهالات، ثم من هذه الزيادات ما أذكره في أثناء كلام صاحب الكتاب. ومنها ما أذكره في

۱۰۳- ابوالحسین محمد بن علی بن الطیب البصری، المعتمد فی أصول الفقہ، تحقیق احمد بکرو حسن حنفی (دمشق: المہد العلمی

الفرنسی للدراسات العربیة، ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۵ء)، ۲: ۸۶۵۔

۱۰۴- الشیرازی، التبصرۃ فی أصول الفقہ، ۵۱۷۔

آخر الفصول والأبواب وأبين ما ذكره المصنف وقد اتفق الأصحاب عليه، وما وافقه عليه الجمهور. وما انفرد به أو خالفه فيه المعظم، وهذا النوع قليل جدا: وأبين فيه ما انكر على المصنف من الأحاديث والأسماء واللغات، والمسائل المشكلات مع جوابه إن كان من المرضيات. (۱۰۵)

جہاں تک احکام کا تعلق ہے تو وہ کتاب کا مقصود ہیں، چنانچہ میں آسان عبارتوں کے ذریعے ان کی وضاحت کی پوری کوشش کروں گا، اور اصل کتاب میں جو فروع، تکملہ جات، عمدہ زائد باتیں، مدون شدہ قواعد اور طے کیے گئے ضوابط ہیں، ان میں وہ باتیں اضافہ کروں گا جن سے ان شاء اللہ ان اہل نظر و عنایت کی نگاہوں کو قرار آئے گا جو کجی اور جہالتوں سے بری ہیں۔ پھر ان اضافی باتوں میں سے بعض کو میں صاحب کتاب کے کلام کے ضمن میں ذکر کروں گا اور بعض کو فصلوں اور ابواب کے آخر میں اور مصنف کی ذکر کردہ ان باتوں کی وضاحت کروں گا جن پر ہمارے اصحاب کا اتفاق ہے یا جن پر جمہور کا اتفاق ہے۔ اس کے علاوہ وہ باتیں بھی جن میں مصنف منفرد ہیں یا ان میں اکثر حضرات اس کے خلاف ہیں، اور یہ نوع بہت کم ہے۔ میں اس میں وہ احادیث، اسما، لغات اور مشکل مسائل مع جواب مصنف (اگر وہ پسندیدہ ہوا) بھی واضح کروں گا جو مصنف کو اوپرے معلوم ہوئے ہیں۔

امام النووی کہتے ہیں کہ فقہ شافعی میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کی آراء کے بارے میں شدید اختلاف ہے، اس لیے وثوق کے ساتھ کسی رائے کے متعلق یہ کہنا کہ یہ فقہ شافعی کی رائے ہے بہت مشکل ہے۔ فقہ شافعی کی حتمی رائے دینے کے لیے فقہ شافعی کے بہت سارے مصادر کا مطالعہ ضروری ہو جاتا ہے۔ اسی بنا پر انھوں نے المجموع میں ہر ممکن کوشش کی ہے کہ مسائل کے متعلق تمام موجود آرا کو ذکر کیا جائے اگرچہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہوں۔ پھر ان میں راجح اور مرجوح آرا کی نشان دہی کر دی جائے۔ ایسا کرنے میں امام النووی کا ہدف تمام موجود آرا کا احاطہ کرنا ہے۔

د- مصادر فقہ شافعی سے استشہاد و اقتباس

اقتباس سے مراد کس نص یا نصوص کو لینا یا پھر ان کے مفہوم کو اپنی رائے کی تائید کے لیے بہ طور استشہاد پیش کرنا ہے۔ کسی بھی علمی اور تحقیقی کام میں براہ راست یا بالواسطہ اقتباسات ضروری ہوتے ہیں۔ اقتباسات دینے میں مہارت یہ ہے کہ فقہی مذاہب میں معتمد علیہ مصادر سے اقتباس لیا جائے۔ اس ضمن میں امام سفیان الثوری فرماتے ہیں:

إن نسبة الفائدة إلى مفيدها من الصدق في العلم و شكره، وإن السكوت عن ذلك من الكذب في العلم و كفره. (۱۰۶)

کسی علمی فائدے کو صاحب فائدہ کی طرف منسوب کرنا علمی سچائی اور اس کے شکر کی دلیل ہے جب کہ اس سے سکوت اختیار کرنا علم میں کذب بیانی اور اس کی ناشکری کی علامت ہے۔

فقہی مذاہب میں صرف ائمہ کی منفرد رائے ہی فقہی مکتب کی رائے تصور نہیں ہوتی جب تک کہ اس فقہ کے دوسرے ائمہ بھی اپنی اجتہادی کوششوں سے اس رائے کو ثابت نہ کریں۔ مثال کے طور پر فقہ شافعی صرف امام الشافعی کی منفرد آرا پر مبنی نہیں ہے، بلکہ کوئی فقہی رائے اس وقت فقہ شافعی کی رائے بنے گی جب دوسرے شوافع فقہا بھی اس رائے کے بارے میں صراحت کریں جیسا کہ شافعی فقہا کہتے ہیں:

أن الكتب المقدمة على الشيخين (الرافعي و النووي) لا يتعهد على شيء منها إلا بعد مزيد الفحص والتحري، حتى يغلب على الظن أنه مذهب، ولا يفتي بتتابع الكتب المتعددة على حكم واحد فإن هذه الكثرة قد تنتهي إلى واحد. (۱۰۷)

شیخین (رافعی اور نووی) سے پہلی کتابوں پر مزید بحث و تحقیق کے بغیر اعتماد نہیں کیا جاسکتا یہاں تک کہ یہ یقین ہو جائے کہ یہ مذہب ہے اور ایک ہی حکم پر متعدد کتابوں کے متابع سے فتویٰ نہ دیا جائے، کیوں کہ اس کثرت کا مال کار نتیجہ ایک ہی ہے۔

اسی بنا پر امام النووی نے اپنے دور تک متقدمین اور متاخرین کی مبسوطات، مختصرات اور امام الشافعی رحمۃ اللہ علیہ کی الأم، المتختصر اور البوطی جیسی کتب میں موجود نصوص کا تتبع کیا ہے نیز ان نصوص سے بھی استفادہ کیا ہے جن سے اصحاب شافعی کے ہاں معتمد فقہانے استشہاد کیا۔ امام النووی نے اصحاب شافعی کے فتاویٰ اور اصول فقہ میں ان کی متفرق تحریروں سے بھی استفادہ کیا ہے۔ (۱۰۸) اس ضمن میں امام النووی اپنے طریقہ کار کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

۱۰۶- الخطاب، ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن عبد الرحمن، مواہب الجلیل لشرح مختصر أبي ايضاء خليل (مصر: مطبعة السعادة، ۱۳۲۸ھ)، ۱: ۶۔

۱۰۷- احمد علی، محمد ابراہیم، المذهب عند الشافعية، مجلة جامعة الملك عبدالعزيز السنة الأولى، العدد الثاني، ۱۳۹۸ھ، ۳۰۔

۱۰۸- النووی، مصدر سابق، ۱: ۲۵-۲۶۔

وحيث أنقل حكماً أو قولاً أو وجهاً أو طريقاً أو لفظةً أو اسم رجل أو حالة أو ضبط لفظة أو غير ذلك وهو من المشهور، أقتصر على ذكره من غير تعيين قائله لكثرتهم، إلا أن أضطر إلى بيان قائله لغرض مهم فأذكر جماعة منهم ثم أقول وغيرهم وحيث كان ما أنقله غريباً أضيفه إلى قائله في الغالب وقد أذهل عنه في بعض المواطن: وحيث أقول الذي عليه الجمهور كذا أو الذي عليه المعظم أو قال الجمهور أو المعظم أو الأكتنون كذا ثم أنقل عن جماعة خلاف ذلك فهو كما أذكره إن شاء الله تعالى. (۱۰۹)

جہاں میں کوئی حکم، قول، توجیہ، طریقہ، لفظ، کسی شخص کا نام، حالت، لفظ کا ضبط یا اس کے علاوہ کوئی مشہور بات نقل کروں گا تو صرف اس کے ذکر کرنے پر اکتفا کروں گا اور قائلین کی کثرت کی وجہ سے ان کی تعیین نہیں کروں گا، سوائے اس کے کہ کسی ضروری غرض سے اس کے قائل کا تذکرہ ناگزیر ہو، اس صورت میں، تمہیں ان کی جماعت کا ذکر کر دوں گا۔ اور جہاں میں کوئی غریب بات نقل کروں گا تو عمومی طور پر اس کے قائل کا ذکر کروں گا، جب کہ بعض جگہوں پر مجھے اس سے زہول بھی ہو جائے گا اور جہاں میں یہ کہوں گا کہ یہ جمہور اور اکثر علما کا موقف ہے اور پھر کسی جماعت کا قول اس کے خلاف نقل کروں گا تو وہ اس طرح ہو گا جیسے میں ذکر کروں گا۔

امام النووی کہتے ہیں کہ میں نے المجموع میں سلف صحابہ، تابعین اور ان کے بعد کے فقہا کی فقہی آرا کا قرآن پاک، سنت رسول ﷺ، اجماع اور قیاس جیسی ادلہ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس ضمن میں نے انصاف کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ادلہ شرعیہ کے بیان کے ضمن میں میں نے آرا کو حسب ضرورت مختصر یا تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے؛ تاہم غیر مستند اور غیر معتبر آرا سے اعراض کیا؛ اگرچہ وہ معروف اور مشہور ہی کیوں نہ ہوں۔ (۱۱۰)

امام النووی نے المجموع میں اپنے مصادر کا بھی ذکر کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ علما کے فقہی مذاہب کے بیان میں انھوں نے ابن المنذر کی الأشراف اور الإجماع پر اعتماد کیا ہے۔ ابن منذر کی شخصیت کے بارے میں امام النووی تحریر کرتے ہیں الامام ابو بکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری فقہ شافعی کے قابل تقلید ائمہ میں سے ہیں۔ (۱۱۱)

۱۰۹- النووی، مصدر سابق، ۱: ۲۶۔

۱۱۰- النووی، مصدر سابق، ۱: ۲۷۔

۱۱۱- النووی، مصدر سابق، ۱: ۲۷۔

ھ- مبہم ناموں کی وضاحت اور تراجم الاعلام

المہذب میں کئی مبہم نام آئے ہیں۔ امام النووی نے ناموں کے اس ابہام کو شرح اور تفصیل کے ذریعے ختم کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے المہذب میں مذکور شخصیات کا ذکر کرتے ہوئے ان کے نام، نسب اور کنیت کی وضاحت کی ہے، نیز ان کی تاریخ ولادت، وفات اور مناقب کی وضاحت کی بھی کوشش کی ہے تاکہ ان کے مقام و مرتبہ کا درست تعین ہو سکے، نیز اگر کسی فقہی مسئلے، حدیث یا لفظ کی وضاحت میں کوئی ایسا مقام آیا جس جگہ کسی شخصیت کے ذکر کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس کا ذکر کیا اور جب کسی دوسری جگہ اس شخصیت کا دوبارہ ذکر ہو تو اس بات کی وضاحت کر دی کہ پہلے کس جگہ اس کا ذکر ہو چکا ہے۔^(۱۱۲)

امام النووی نے المجموع کے مقدمے میں اس ترتیب کا بھی ذکر کیا ہے جس کو انھوں نے شرح المہذب میں ملحوظ خاطر رکھا۔

امام النووی نے شرح المہذب کی تحریر کے دوران میں اپنے منہج میں کچھ تبدیلیاں بھی کیں۔ وہ کہتے ہیں کہ پہلے وضاحت و شرح میں زیادہ تفصیل کو بیان کرنے کی کوشش کی، اگرچہ اس میں کسی جگہ تکرار بھی آئی، لیکن بعد میں مجھے خیال آیا کہ شاید یہ طریقہ مطالعہ میں مناسب نہ ہو، چنانچہ بعد میں میں نے اس طریقے کو چھوڑ کر درمیانی راہ اختیار کی۔ مباحث کو نہ تو زیادہ طول دیا اور نہ ہی ان کو زیادہ مختصر کیا۔^(۱۱۳)

مختصر یہ کہ المجموع فقہ اسلامی کے دائر المعارف میں سے ایک ہے۔ اس عظیم الشان کام کی خوبی یہ ہے کہ اس میں دقیق اسلامی علمی منہج کی پیروی کی گئی ہے، چنانچہ المہذب میں موجود احادیث الاحکام کی تخریج کی گئی ہے، آیات قرآنی کی تشریح کی گئی ہے، فقہاء کے اقوال کو مسائل کے ضمن میں واضح کرتے ہوئے ان میں ترجیح قائم کی گئی ہے، اسی طرح علل احادیث اور احادیث کے درجات کو بھی بیان کیا گیا ہے، راویوں کے حالات زندگی شامل کیے گئے ہیں، غریب القرآن اور غریب الحدیث الفاظ کی وضاحت بھی کی گئی ہے۔ لغوی مفردات کی وضاحت بھی المجموع کا حصہ ہے۔ ان خصائص کی بنا پر المجموع قرآنی آیات اور احادیث رسول ﷺ کی فقہی تفسیر، لغوی مباحث، راویوں اور محدثین کے حالات زندگی اور فقہی احکام کے استنباط کا مجموعہ ہے۔

۱۱۲- النووی، مصدر سابق، ۱: ۲۷۔

۱۱۳- النووی، مصدر سابق، ۱: ۲۸۔

نتیجہ مقالہ

زیر نظر مقالے میں فقہ شافعی کے اہم مصدر المجموع شرح المہذب کے منہج کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مقالے میں پیش کردہ مواد اور آرا کے تجزیے سے بات سامنے آتی ہے کہ امام النووی نے المجموع میں ایک منفرد مگر معروف و متداول اسلوب تحقیق کو اس طرح استعمال کیا کہ وہ ایک نمونہ بن گیا۔ انھوں نے سلف صالحین کے اسالیب میں اضافے اور ترمیم کر کے انھیں ایک ایسے نئے، دل نشین علمی اور فقہی منہج میں پیش کیا جو کئی صدیوں تک علماء اور فقہاء کے لیے قابل تقلید مثال کی حیثیت اختیار کر گیا۔ اگر معاصر اصول تحقیق کے حوالے سے دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے امام النووی نے المہذب کا تنقیدی جائزہ لیا۔ اس کی خامیوں کی نہ صرف نشان دہی کی بلکہ فقہ شافعی کے اس مصدر کو مفید بنانے کے لیے اضافے بھی کیے ہیں۔ امام النووی کے اختیار کردہ اسلوب کی وجہ سے المہذب کے غموض ختم ہوئے اور اس کی ادھوری معلومات مکمل ہوئیں۔ امام النووی کا یہ منہج اگر آج مصادر فقہ پر تحقیق کے لیے اختیار کیا جائے تو عصر حاضر میں فقہ اسلامی کے بنیادی مصادر سے زیادہ بہتر استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ عصر حاضر میں علوم شرعیہ میں تحقیق کرنے والے محققین کے لیے مناسب اسلوب تحقیق کا اختیار کرنا بہت اہم مسئلہ ہے۔ کچھ محققین معاصر اسلامی تحقیق کے لیے نہ صرف معاصر موضوعات کو ضروری قرار دیتے ہیں بلکہ کلاسیکل اسلامی اصول تحقیق کی جگہ مغربی اصول تحقیق کو اختیار کرنے کی تجویز دیتے ہیں۔ امام النووی جیسی شخصیت کے مناہج تحقیق کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوئی ہے کہ یہ اسلامی اصول تحقیق صدیوں تک غیر جانب دار علمی تحقیق کے لیے متداول رہے ہیں اور ان کے استعمال سے ہونے والی تحقیق مستند اور قابل عمل نتائج پر منتج ہوئی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مستند اسلامی اصول تحقیق کا معاصر ضروریات کی روشنی میں مطالعہ کیا جائے اور حتی المقدور کوشش کی جائے کہ علوم اسلامیہ کی تحقیق میں انہی اصولوں سے استفادہ کیا جائے۔ معاصر مغربی سماجی علوم کے اصول تحقیق کو صرف ناگزیر صورت حال ہی استعمال کیا جانا چاہیے اور یہ استعمال بھی امام النووی کے المجموع میں اختیار کردہ مناہج جیسے مناہج کی زیر نگرانی ہی ہونا چاہیے۔

